ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.01 (2025)

سیرتِ نبوی ﷺ کے عرب تہذیب و ثقافت پر انقلابی اثرات: ایک علمی و تحقیقی جائزہ

THE REVOLUTIONARY IMPACT OF THE SEERAH OF THE PROPHET ﷺ ON ARAB CIVILIZATION AND CULTURE: AN ACADEMIC AND RESEARCH-BASED ANALYSIS

Dr. Abid iqbal
Associate Professor
Govt Post Graduate College Swabi
abidiqbalkhan@gmail.com
Dr.Manzoor Hussain
Assistant Professor at Fuuast University Karachi
Department of Islamic History.
manzur.baqir@gmail.com
Sarwat Zakir
Lecturer College Education Department
M.phil Scholar at Numl University Karachi campus
Department Of Islamic Thoughts and Culture
sarwat.asim27@gmail.com

Abstract:

Every society's civilization and culture are shaped by its beliefs, customs, and social values. Throughout history, many individuals have influenced civilizations, but the biography of the Prophet Muhammad (PBUH) brought about a complete societal revolution that was intellectually, socially, morally, and spiritually unique and unparalleled.Before the advent of the Prophet (PBUH), Arab society was plagued with numerous evils and inhumane practices. Superstition, polytheism, tribal prejudice, ignorance, usury, gambling, alcoholism, moral corruption, racial discrimination, and oppression were fundamental aspects of this civilization. The Arabs believed in polytheism, where every tribe and household had its own deity. The Prophet (PBUH) introduced the message of monotheism and firmly established the oneness of Allah in Arab society. This ideology was not just a religious reform but also the foundation for social and political transformations, as monotheism implied not only the belief in one God but also the recognition of equality among all humans and the eradication of oppressive systems.The Prophet (PBUH) transformed acts of worship into an organized system, fostering spiritual discipline and practical organization among the Arabs. The Prophet (PBUH) introduced the principle of equality, which dismantled the traditional class-based structure of Arab society. Women's rights were restored and safeguarded. One of the most significant aspects of this transformation was the moral revolution. Arab society was immersed in falsehood, deceit, fraud, and immorality. Through his exemplary character, the Prophet (PBUH) established truthfulness, honesty, loyalty, patience, forgiveness, and justice. In a society where revenge was considered a symbol of honor, the Prophet (PBUH) promoted forgiveness and clemency. During the conquest of Makkah, he forgave even those who had inflicted immense suffering upon him and his companions.The legal and judicial system underwent fundamental changes. Previously, justice was accessible only to the powerful, but the Prophet (PBUH) laid the foundations of a system where no one was above the law. Islamic law ensured the protection of life, property, and dignity, mandated honesty in trade, promoted transparency in financial dealings, and abolished exploitative practices like usury. Instead, zakat (charitable giving) was introduced as a means of wealth distribution, ensuring economic justice.Trade was the backbone of the Arab economy, yet it was plagued with fraud, hoarding, and unfair practices in measurements and transactions.

The Prophet (PBUH) eradicated these malpractices and established a system where honesty became the foundation of commerce. Usury was declared forbidden to eliminate exploitation, and zakat was institutionalized, paving the way for a welfare-based economy. This led to a reduction in poverty and social stability.These transformations were not the result of a temporary movement or the efforts of a mere reformer; rather, they were the outcomes of the Prophet's (PBUH) comprehensive and revolutionary mission. This revolution uplifted the Arabs from the depths of ignorance and provided them with a practical model of civilization and culture that remains a guiding light for the world even today. This transformation prepared the Arabs for global leadership and laid the foundation of Islamic civilization so firmly that it later influenced many regions of the world.Perhaps no other personality in history has brought about such profound and lasting

changes through their character and teachings. The revolutionary impact of the Prophet's (PBUH) biography on Arab civilization and culture was not confined to the Arabian Peninsula alone but continues to influence various parts of the world today.

Keywords: Revolutionary, Arab Civilization, Culture, Societal Revolution, Intellectually, Alcoholism, Corruption, Arab Economy

ہر معاشرے کی تہذیب و ثقافت اس کے عقائد، رسوم و رواج اور سماجی اقدار سے تشکیل پاتی ہے۔ تاریخ میں کئی شخصیات نے تہذیبوں پر اثرات مرتب کیے، مگر نبی اکرم ﷺ کی سیرت نے ایک مکمل معاشرتی انقلاب برپا کیا جو فکری، سماجی، اخلاقی اور روحانی لحاظ سے منفرد و بے مثال ہے۔ بعثتِ نبوی ﷺ سے قبل عرب معاشرہ بے شمار برائیوں اور غیر انسانی رویوں کا شکار تھا۔ توہم پرستی، شرک، قبائلی تعصب، جہالت، سود، جوا، شراب نوشی، اخلاقی بے راہ روی، نسلی امتیاز اور ظلم و جبر اس تہذیب کا بنیادی حصہ تھے۔ عربوں کا عقیدہ شرک پر مبنی تھا، جہاں ہر قبیلہ اور ہر گھر کا الگ معبود تھا۔ نبی کریم ﷺ نے توحید کا پیغام دیا اور اللہ کی وحدانیت کو عرب معاشرے میں راسخ کیا۔ یہ نظریہ نہ صرف مذہبی بلکہ سماجی اور سیاسی تبدیلیوں کی بنیاد بنا، کیونکہ توحید کا مطلب صرف ایک خدا کو ماننا نہیں بلکہ تمام انسانوں کو برابر تسلیم کرنا اور ظلم و جبر کے نظام کو ختم کرنا بھی تھا۔ نبی کریم ﷺ نے عبادات کو ایک منظم نظام میں بدلا، جس سے عربوں میں روحانی تربیت اور عملی نظم و ضبط پیدا ہوا۔ سماجی اعتبار سے نبی اکرم ﷺ نے مساوات کا ایک ایسا اصول دیا جس نے عرب معاشرت کے روایتی طبقاتی نظام کو ختم کر دیا۔ خواتین کے حقوق کو بحال کیا گیا۔ اخلاقی انقلاب اس تبدیلی کا سب سے اہم پہلو تھا۔ عرب معاشرہ جھوٹ، فریب، دھوکہ دہی اور بے حیائی میں ڈوبا ہوا تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے اپنی سیرت کے ذریعے عملی مثالیں پیش کیں اور صداقت، دیانت، وفاداری، صبر، عفو و درگزر اور عدل و انصاف جیسی اقدار کو رائج کیا۔ ایک ایسا معاشرہ جہاں انتقام لینا عزت کی علامت سمجھا جاتا تھا، وہاں نبی اکرم ﷺ نے معافی اور درگزر کو فروغ دیا۔ فتح مکہ کے موقع پر ان لوگوں کو بھی معاف کر دیا گیا جنہوں نے آپ ﷺ اور آپ کے ساتھیوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے تھے۔ قانونی اور عدالتی نظام میں بھی بنیادی تبدیلیاں کی گئیں۔ جہاں پہلے طاقتور کو ہی انصاف ملتا تھا، وہاں نبی اکرم ﷺ نے عدل و انصاف کی بنیاد ایسے مضبوط اصولوں پر رکھی جہاں کسی کو بھی قانون سے بالاتر نہیں سمجھا گیا۔ اسلامی قانون نے جان، مال اور عزت کے تحفظ کو یقینی بنایا، تجارت میں دیانت داری اور لین دین میں شفافیت کو لازم قرار دیا، اور سود جیسے استحصالی نظام کو ختم کر کے زکوٰۃ کے ذریعے دولت کی منصفانہ تقسیم کی بنیاد رکھی۔ عرب معیشت میں تجارت کو بنیادی حیثیت حاصل تھی، مگر اس میں دھوکہ دہی، ذخیرہ اندوزی اور ناپ تول میں کمی عام تھی۔ نبی اکرم ﷺ نے ان برائیوں کو ختم کر کے ایک ایسا نظام متعارف کرایا جہاں دیانت داری کو تجارت کی بنیاد بنایا گیا۔ سود کو حرام قرار دے کر استحصال کا خاتمہ کیا گیا اور زکوٰۃ کے ذریعے ایک فلاحی معیشت کی راہ ہموار کی گئی، جس سے غربت میں کمی آئی اور سماجی استحکام پیدا ہوا۔ یہ تمام اثرات کسی عارضی تحریک یا مصلح کی کوششوں کا نتیجہ نہیں تھے، بلکہ یہ سیرتِ نبوی ﷺ کے اس ہمہ گیر انقلاب کا ثمرہ تھے جس نے جاہلیت کے اندھیروں میں ڈوبے عربوں کو تہذیب و تمدن کا ایسا عملی نمونہ فراہم کیا جو آج بھی پوری دنیا کے لیے مشعلِ راہ ہے۔ اس تبدیلی نے عربوں کو ایک عالمی قیادت کا اہل بنا دیا، اور اسلامی تہذیب کی بنیاد ایسی مضبوطی سے رکھ دی کہ وہ آگے چل کر دنیا کے کئی حصوں پر اثرانداز ہوئی۔ تاریخ میں شاید ہی کوئی ایسی شخصیت ہو جس نے اپنی سیرت اور تعلیمات سے اتنی وسیع اور دیرپا تبدیلیاں پیدا کی ہوں۔ عرب تہذیب و ثقافت پر سیرتِ نبوی ﷺ کے یہ انقلابی اثرات صرف جزیرۂ عرب تک محدود نہیں رہے، بلکہ آج بھی دنیا کے مختلف خطے ان سے فیض حاصل کر رہے ہیں۔

عرب تہذیب و ثقافت، قبل از اسلام بدوئی طرزِ زندگی، قبائلی تعصبات، اور جاہلیت کے گہرے اثرات میں جکڑی ہوئی تھی۔ سیرتِ نبوی ﷺ نے اس معاشرت میں ایک ایسا ہمہ گیر انقلاب برپا کیا جس نے زندگی کے تمام پہلوؤں کو بدل کر رکھ دیا۔ یہ مضمون ایک علمی و تحقیقی جائزہ ہے جس میں مستند حوالہ جات کی روشنی میں نبی اکرم ﷺ کے ان اثرات کا تفصیلی تجزیہ کیا گیا ہے۔

قبل از اسلام عرب تہذیب

اسلام سے قبل عرب سماج کئی خرابیوں میں مبتلا تھا۔ پورا معاشرہ قبائلی تعصب اور جنگ و جدل میں الجھا ہوا تھا، جہاں ہر قبیلہ اپنی برتری ثابت کرنے کے لیے دوسرے قبائل سے برسرِ پیکار رہتا۔ اخلاقی زوال اپنے عروج پر تھا، فحاشی، شراب نوشی، جوا، اور ظلم و ستم عام تھے، اور معاشرتی اقدار بے راہ روی کی جانب مائل ہو چکی تھیں۔ سماجی ناانصافی اس حد تک بڑھ چکی تھی کہ خواتین کو کمتر سمجھا جاتا تھا، اور بعض اوقات بیٹیوں کو زندہ دفن کر دیا جاتا۔ اقتصادی نظام میں شدید ناہمواری موجود تھی، جہاں سودی کاروبار اور غلامی کی بدترین شکلیں رائج تھیں، اور طاقتور طبقات کمزوروں کا استحصال کرتے تھے۔ [1]

[1] ابن خلدون، "المقدمہ"، دار الفکر، 2000، ص176

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458

CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW

Vol.03 No.01 (2025)

نبی کریم ﷺ کی آمد اور تہذیبی انقلاب

نبی اکرم ﷺ نے سب سے پہلے انسانی اخلاق کی اصلاح پر توجہ دی، کیونکہ ایک بہترین معاشرے کی بنیاد اعلیٰ اخلاقی اقدار پر ہی رکھی جاسکتی ہے۔قرآن پاک میں نبی اکرم ﷺ کی بعثت کا بنیادی مقصد اخلاقی تربیت کو قرار دیا گیا ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ[2]

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے اپنی بعثت کا مقصد بیان کرتے ہوئے فرمایا:

إِنَّمَا بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ

نبی اکرم ﷺ نے عملی نمونے کے ذریعے ان اخلاقی اقدار کو عام کیا جو ایک مثالی معاشرے کی تشکیل کے لیے ضروری تھے۔ جھوٹ، دھوکہ دہی، خیانت، ظلم، اور حسد جیسی برائیوں کو ختم کر کے صداقت، دیانت، عدل، صبر، احسان اور عفو و در گزر کو فروغ دیا۔اسلامی تعلیمات کے مطابق ایک منصفانہ اور متوازن معاشرہ وہی ہوتا ہے جہاں ہر فرد کو مساوی حقوق حاصل ہوں اور کسی کے ساتھ ناانصافی نہ کی جائے۔اسی اصول کو مد نظر رکھتے ہوئے نبی اکرم ﷺ نے سماجی انصاف کو عملی شکل دی اور مساوات کے اصول کو رائج کیا۔اسلام نے خواتین کو عظیم مقام دیا اور ان کے حقوق متعین کیے۔جاہلیت کے دور میں خواتین کو کمتر سمجھا جاتا تھا اور بعض اوقات بیٹیوں کو زندہ دفن کر دیا جاتا تھا، لیکن اسلام نے اس سوچ کو ختم کر کے خواتین کو عزت اور مرتبہ عطا کیا۔قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے کہ:

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ ٱلْوَ□لِدَانِ وَٱلْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ ٱلْوَ□لِدَانِ وَٱلْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ ۚ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا[3]

اسلام نے وراثت میں خواتین کا حق مقرر کیا اور انہیں مالی اور سماجی حقوق عطا کیے۔ نبی اکرم ﷺ نے بیٹیوں کو بوجھ سمجھنے کے رجحان کی نفی کرتے ہوئے انہیں اللہ کی رحمت قرار دیا۔آپ ﷺ نے فرمایا:

جس نے دو بیٹیوں کی اچھی پرورش کی، وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا[4]

اسی طرح خواتین کے حقوق کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ

یعنی تم میں سے بہترین وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔

اسلام نے غلامی کے خاتمے پر بھی زور دیا اور غلاموں کو آزاد کرنے کی بھرپور ترغیب دی۔اس سلسلے میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

مَن أَعتَقَ رَقَبَةً مُؤْمِنَةً أَعتَقَهُ اللهُ مِنَ النَّارِ

یعنی جس شخص نے کسی غلام کو آزاد کیا، اللہ تعالیٰ اسے جہنم سے نجات دے گا۔ نبی اکرم ﷺ نے غلاموں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا اور انہیں بھی دیگر انسانوں کے برابر حقوق دینے کی تاکید کی۔اقتصادی نظام میں بھی نبی اکرم ﷺ نے بنیادی اصلاحات کیں۔ عرب معاشرے میں سود عام تھا جو غریبوں کے استحصال کا بڑا ذریعہ تھا۔اسلام نے سود کو مکمل طور پر حرام قرار دیا اور اس کے بجائے زکوٰۃ کا ایسا نظام متعارف کرایا جو دولت کی منصفانہ تقسیم کو یقینی بناتا ہے۔قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

وَأَقِيمُوا۟ ٱلصَّلَوٰةَ وَءَاتُوا۟ ٱلزَّكَوٰةَ[5]

Ibn Khaldun, *Al-Muqaddimah*, Dar Al-Fikr, 2000, p. 176

[2] سورۃ القلم: 4

Surah Al-Qalam: 4.

[3] سورۃ النساء: 7

Surah An-Nisa: 7.

[4] حنبل، امام محمد بن احمد بن حنبل، مسند احمد بن حنبل، مکتبہ علمیہ، لاہور، 2009، حدیث 2104

Hanbal, Imam Muhammad bin Ahmad bin Hanbal, *Musnad Ahmad bin Hanbal*, Maktaba Ilmiya, Lahore, 2009, Hadith 2104

[5] البقرہ: 110

Al-Baqarah: 110.

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR

CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW

Vol.03 No.01 (2025)

یعنی نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو۔ زکوٰۃ کے ذریعے دولت کا ارتکاز ختم ہوا اور سماج میں ایک فلاحی نظام کی بنیاد رکھی گئی۔ اس حوالے سے ابن قیم اپنی کتاب *زاد المعاد* میں لکھتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے تجارت اور معیشت کو عدل اور دیانت داری کے اصولوں پر قائم کیا اور استحصالی معاشی نظام کو ختم کیا۔[6]

نبی اکرم ﷺ کی سیرت نے عرب معاشرے میں ایسا ہمہ گیر انقلاب برپا کیا جو نہ صرف اس دور میں بلکہ آج بھی انسانیت کے لیے مشعلِ راہ ہے۔ یہ تبدیلیاں محض اصلاحی اقدامات نہیں تھیں بلکہ ایک مکمل تہذیبی انقلاب کی بنیاد بنیں جس نے عرب معاشرت کو اعلیٰ اخلاق، سماجی انصاف اور اقتصادی عدل کے اصولوں پر استوار کیا۔

قبائلی تعصب کا خاتمہ

نبی کریم ﷺ کی بعثت سے قبل عرب معاشرہ شدید قبائلی تعصب کا شکار تھا۔ ہر قبیلہ اپنی برتری ثابت کرنے کے لیے دوسرے قبائل کے خلاف دشمنی رکھتا تھا، اور معمولی معاملات پر جنگیں برسوں جاری رہتی تھیں۔ خونریزی اور انتقام کی روایت اس قدر مضبوط تھی کہ کوئی بھی قبیلہ دوسرے پر اپنی فوقیت کو تسلیم کروانے کے بغیر چین سے نہیں بیٹھتا تھا۔ نسب اور قومیت کی بنیاد پر انسانوں کے درمیان اونچ نیچ کا تصور عام تھا، اور غیر عربوں کو کمتر سمجھا جاتا تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے ان تمام غیر منصفانہ روایات اور تعصبات کو ختم کیا اور سب انسانوں کو ایک برادری میں شامل کر دیا۔ آپ ﷺ نے اعلان فرمایا کہ کسی عربی کو کسی عجمی پر کوئی فضیلت حاصل نہیں، سوائے تقویٰ کے۔ جیسا کہ حدیث میں ارشاد ہے:

لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلَىٰ أَعْجَمِيٍّ إِلَّا بِالتَّقْوَىٰ

نبی اکرم ﷺ نے واضح کر دیا کہ انسانوں کی برتری کسی نسل، قبیلے یا زبان کی بنیاد پر نہیں بلکہ صرف اور صرف اللہ کے خوف اور نیک اعمال پر منحصر ہے۔ یہ وہ پیغام تھا جس نے عربوں کے معاشرتی ڈھانچے کو یکسر بدل کر رکھ دیا۔ فتح مکہ کے موقع پر جب قریش کے سردار اس بات کے منتظر تھے کہ نبی اکرم ﷺ مکہ کے امور کسی بڑے قریشی سردار کے سپرد کریں گے، تو آپ ﷺ نے بلال حبشیؓ کو کعبہ کی چھت پر اذان دینے کا حکم دیا۔ یہ وہ لمحہ تھا جب اسلام نے عملی طور پر ثابت کر دیا کہ کسی کالے یا گورے میں کوئی فرق نہیں، اور ہر انسان برابر ہے۔ اسی طرح، حجۃ الوداع کے موقع پر بھی نبی اکرم ﷺ نے لاکھوں صحابہ کے سامنے یہی اعلان فرمایا کہ سب انسان آدم کی اولاد ہیں، اور کسی کو کسی پر فوقیت حاصل نہیں، سوائے تقویٰ کے۔ آپ ﷺ نے اپنی عملی زندگی میں بھی قبائلی برتری کے نظریے کو ختم کرنے کے لیے ایسے اقدامات کیے جو بعد میں اسلامی معاشرت کا بنیادی اصول بنے۔

آپ ﷺ نے مہاجرین اور انصار کے درمیان بھائی چارہ قائم کر کے اس بات کو یقینی بنایا کہ کوئی بھی کسی قبیلے، خاندان یا علاقے کی بنیاد پر دوسرے کو حقیر نہ سمجھے۔ آپ ﷺ نے حضرت سلمان فارسیؓ، حضرت بلال حبشیؓ اور حضرت صہیب رومیؓ جیسے غیر عرب صحابہ کو بلند مقام عطا کیا، تاکہ معاشرے میں واضح ہو کہ کسی کی عزت اور وقار کا دار و مدار صرف تقویٰ پر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام کے بعد وہی عرب معاشرہ جو نسلی اور قبائلی تعصب میں جکڑا ہوا تھا، ایک ایسی تہذیب میں تبدیل ہو گیا جہاں حبشی، رومی، فارسی اور قریشی ایک ہی صف میں کھڑے ہو کر بھائی بھائی بن گئے۔ نبی اکرم ﷺ کی سیرت نے انسانیت کو وہ سنہری اصول عطا کیے جو آج بھی دنیا میں مساوات اور عدل کے قیام کے لیے مشعلِ راہ ہیں۔

تعلیم و علم کی اہمیت

اسلام میں تعلیم کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ وحی کا آغاز ہی علم کے حصول کے حکم سے ہوا۔ نبی کریم ﷺ پر نازل ہونے والی پہلی وحی کے الفاظ تھے:

اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ[7]

یہی وہ پہلا پیغام تھا جو اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ اسلام میں تعلیم کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے اپنی سیرت میں تعلیم کی بھرپور ترغیب دی اور علم حاصل کرنے کو ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض قرار دیا۔ نبی اکرم ﷺ نے نہ صرف خود تعلیم دی بلکہ ایک ایسا نظام بھی قائم کیا جس کے ذریعے معاشرے میں تعلیم کو فروغ دیا جا سکے۔ مسجد نبوی ﷺ کو صرف عبادات کے لیے مخصوص نہیں کیا گیا بلکہ اسے ایک علمی و تربیتی مرکز بنایا گیا، جہاں صحابہ کرام کو دینی اور دنیاوی علوم کی

[6] ابن قیم، *زاد المعاد*، دار ابن الجوزی، 2006، ص 582

Ibn Qayyim, Zad al-Ma'ad, Dar Ibn al-Jawzi, 2006, p. 582.

[7] سورۃ العلق: 1

Surah Al-'Alaq: 1.

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.01 (2025)

تعلیم دی جاتی تھی۔ نبی اکرم ﷺ نے خود صحابہ کو قرآن، حدیث، فقہ، اور دیگر علوم سکھائے اور انہیں اس علم کو دوسروں تک پہنچانے کی تلقین کی۔ اسلامی معاشرے میں تعلیم کے فروغ کے لیے مختلف اقدامات کیے گئے، جن میں سب سے نمایاں "صفہ" کے نظام کا قیام تھا۔ یہ ایک ایسا تعلیمی مرکز تھا جہاں مہاجرین صحابہ اور دیگر افراد کو بلا تفریق تعلیم دی جاتی تھی۔ یہاں صحابہ نہ صرف دینی تعلیم حاصل کرتے بلکہ دنیاوی علوم سے بھی آراستہ ہوتے۔ نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کو یہ ذمہ داری دی کہ وہ نہ صرف خود علم حاصل کریں بلکہ دوسروں تک بھی پہنچائیں، تاکہ معاشرہ جہالت کے اندھیروں سے نکل کر علم و حکمت کی روشنی میں آ سکے۔[8]

نبی اکرم ﷺ کی تعلیمات کی روشنی میں خلفائے راشدین اور بعد کے حکمرانوں نے بھی علمی اداروں کے قیام پر زور دیا۔ ابو زہرا اپنی کتاب *تاریخ اسلام* میں لکھتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کی قائم کردہ تعلیمی روایت نے اسلامی معاشرے میں علمی انقلاب برپا کیا، اور مسجد نبوی ﷺ کو ایک ایسا مرکز بنایا جہاں تعلیم و تربیت کا مستقل نظام جاری رہا۔ یہی وجہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی سیرت نے ایک ایسے معاشرے کو جنم دیا جو تعلیم اور علم دوستی میں دنیا کے لیے ایک مثال بن گیا۔ یہ تعلیمی نظام صرف عرب تک محدود نہیں رہا بلکہ اسلامی تہذیب و تمدن کا ایک لازمی جزو بن گیا، جس کی بدولت بعد کے ادوار میں بڑے علمی ادارے قائم ہوئے اور مسلمان علم و تحقیق میں دنیا کی قیادت کرنے لگے۔[9]

سیرتِ نبوی ﷺ نے عرب معاشرے کو جاہلیت سے نکال کر ایک مہذب، مساوی، اور ترقی یافتہ تہذیب میں تبدیل کر دیا۔ آپ ﷺ کی تعلیمات نے صدیوں تک دنیا پر اثر ڈالا اور آج بھی ان کے اثرات نمایاں ہیں۔

عرب خطے کا جغرافیائی پس منظر

عرب خطہ مشرق میں خلیج فارس اور خلیج عمان، مغرب میں بحیرہ احمر، جنوب میں بحیرہ عرب اور شمال میں خلیج عقبہ سے لے کر دریائے فرات تک وسیع ہے۔ جغرافیائی لحاظ سے شام اور اردن کو بھی اسی خطے کا حصہ تصور کیا جاتا ہے، جبکہ عراق کو بھی بعض اوقات بحیرہ احمر کے ساحلی خطے سے جُڑا مانا جاتا ہے۔ اس خطے کا محل وقوع اسے تجارتی، سیاسی اور تاریخی اعتبار سے بے حد اہم بناتا ہے، کیونکہ یہ براعظم ایشیا اور افریقہ کے سنگم پر واقع ہے، اور یہاں سے گزرنے والے تجارتی راستے صدیوں سے عالمی تجارت کا محور رہے ہیں۔ عرب جزیرہ نما کے ساحلی علاقوں میں یمن، عسیر، حضرموت، عمان اور مہرا جیسے خطے شامل ہیں، جو اپنے مخصوص موسمی حالات اور جغرافیائی خصوصیات کی وجہ سے اہمیت رکھتے ہیں۔ ان علاقوں میں دیگر خطوں کے مقابلے میں نسبتاً زیادہ بارشیں ہوتی ہیں، جس کی وجہ سے یہاں زراعت اور سبزہ زاروں کا تناسب بھی زیادہ پایا جاتا ہے۔ عرب باشندے تاریخی طور پر مختلف پیشوں سے وابستہ رہے ہیں۔ ان میں سب سے نمایاں گلہ بانی تھی، کیونکہ اس خطے کا ایک بڑا حصہ صحرائی اور نیم صحرائی تھا، جہاں بھیڑ بکریاں، اونٹ اور دیگر مویشی پالنے کا رجحان زیادہ تھا۔ اس کے علاوہ تجارت کو بھی خاص اہمیت حاصل تھی، کیونکہ جزیرہ نما عرب ایشیا، یورپ اور افریقہ کے درمیان ایک مرکزی تجارتی گزرگاہ کے طور پر کام کرتا تھا۔ یہاں کے تاجر بحری اور زمینی راستوں سے مختلف علاقوں تک سامان پہنچاتے تھے اور مکہ، مدینہ، یمن اور حضرموت جیسے بڑے تجارتی مراکز میں لین دین کیا جاتا تھا۔

کھیتی باڑی بھی کچھ علاقوں میں ایک اہم پیشہ تھا، خاص طور پر وہ خطے جہاں پانی کے ذرائع دستیاب تھے، جیسے یمن، طائف اور کچھ ساحلی علاقے۔ کھجور کے باغات، گندم اور دیگر اجناس کی پیداوار ان خطوں کی زراعت میں شامل تھی۔ اس کے علاوہ، جزیرہ نما عرب میں کچھ جگہوں پر معدنی وسائل بھی موجود تھے، جس کے باعث بعض لوگ کان کنی کے پیشے سے وابستہ تھے۔ سمندری اور دریائی حیوانات کے شکار کا بھی رجحان موجود تھا، خصوصاً وہ لوگ جو ساحلی علاقوں میں آباد تھے، وہ موتیوں کے شکار، ماہی گیری اور سمندری تجارت سے اپنی روزی کماتے تھے۔ ان تمام عوامل نے عرب تہذیب و تمدن کو ایک منفرد شناخت عطا کی اور یہاں کے باشندوں کے طرزِ زندگی، معیشت اور معاشرت پر گہرا اثر ڈالا۔ یہی وجہ ہے کہ عرب خطے کی جغرافیائی اور اقتصادی اہمیت تاریخ کے ہر دور میں نمایاں رہی ہے۔

---

[8] محمد حمید اللہ، "خطباتِ بہاولپور"، اسلامک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ، 1983، ص 167
Muhammad Hamidullah, Khutbat-e-Bahawalpur, Islamic Research Institute, 1983, p. 167.

[9] ابو زہرا، *تاریخ اسلام*، دار المعارف، 1999، ص 245
Abu Zahra, Tareekh-e-Islam, Dar Al-Ma'arif, 1999, p. 245.

قبل از اسلام عرب کا مذہبی اور سماجی منظر نامہ

قبل از اسلام، جزیرۂ عرب ایک گہری تاریکی، جمود اور جہالت میں ڈوبا ہوا تھا۔ علم و حکمت کی روشنی بجھ چکی تھی، اور زندگی کے ہر شعبے میں بدحالی اور زوال نمایاں تھا۔ مشرق و مغرب کے اقوام اپنے زوال کی آخری حدوں کو چھو رہی تھیں، اور علم و ثقافت کا دائرہ محدود ہو چکا تھا۔ اگرچہ آج مختلف قومیں اپنی قدیم تہذیبی عظمت کے دعوے کرتی ہیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ اسلام کے ظہور سے قبل عرب سمیت پوری دنیا میں ایک فکری اور عملی جمود طاری تھا۔

عربوں کے مذہبی حالات

جزیرۂ عرب میں سب سے بڑی مذہبی خرابی یہ تھی کہ لوگ ایک اللہ کو چھوڑ کر بے شمار خود ساختہ خداؤں کے آگے سر جھکانے لگے تھے۔ توحید کا جو درس حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے دیا تھا، وہ فراموش کر دیا گیا تھا۔ بیت اللہ، جو توحید کا مرکز تھا، شرک کا گڑھ بن چکا تھا۔ اس مقدس گھر میں تین سو ساٹھ بت رکھے گئے تھے، اور ہر قبیلے کا الگ الگ بت موجود تھا، جن کے سامنے سجدہ کیا جاتا تھا۔

صفی الرحمن مبارکپوری اپنی کتاب "الرحیق المختوم" میں لکھتے ہیں:

"*مکہ مکرمہ میں مختلف قبائل کے دیوی دیوتاؤں کے بت رکھے گئے تھے، جن کی پرستش کی جاتی تھی۔ لوگ اپنی حاجات کے مطابق مختلف بتوں کے آگے جھکتے تھے اور ان سے مدد مانگتے تھے۔* بیت اللہ، جو ایک اللہ کی عبادت کے لیے بنایا گیا تھا، مشرکانہ رسومات کا مرکز بن چکا تھا۔[10]"

خانہ کعبہ کا برہنہ طواف

مکہ کے مشرکین نے نہ صرف عبادات میں بگاڑ پیدا کر دیا تھا بلکہ مقدس مقامات کی حرمت کو بھی پامال کر دیا تھا۔ حج کے موقع پر، قریش کے علاوہ دیگر لوگ برہنہ ہو کر طواف کرتے تھے۔ ان کا یہ عقیدہ تھا کہ جو کپڑے وہ عام زندگی میں پہنتے ہیں، وہ ناپاک ہوتے ہیں، اور پاکیزگی کے لیے ضروری ہے کہ وہ برہنہ ہو کر بیت اللہ کا طواف کریں۔

ڈاکٹر طاہر القادری اپنی کتاب "مقدمہ سیرت النبی ﷺ" میں لکھتے ہیں:

"حج کے دوران بے حیائی اس قدر عام ہو چکی تھی کہ قریش کے علاوہ باقی تمام قبائل کے لوگ مرد اور عورتیں برہنہ ہو کر خانہ کعبہ کا طواف کرتے۔ عورتیں دوران طواف ایک مخصوص شعر بھی پڑھتی تھیں، جس میں کہا جاتا تھا کہ آج کچھ یا سب کچھ ظاہر ہو جائے گا، لیکن میں کسی کو دیکھنے کی اجازت نہیں دیتی۔[11]

اسی طرح، صفی الرحمن مبارکپوری مزید وضاحت کرتے ہیں کہ مکہ کے مشرکین نے یہ بدعت قائم کی تھی کہ بیرونِ مکہ سے آنے والے لوگ صرف ان کپڑوں میں طواف کر سکتے تھے جو قریش سے خریدے گئے ہوں۔ اگر وہ ایسا نہ کر سکتے تو انہیں برہنہ ہو کر طواف کرنا پڑتا تھا۔ عورتیں بھی صرف ایک ہلکا سا کپڑا اوڑھ کر طواف کرتیں اور یہ جملہ کہتیں:

"آج کچھ یا کل شرمگاہ کھل جائے گی، لیکن جو ظاہر ہو گا، میں اسے دیکھنا جائز نہیں سمجھتی۔"

یہ مضمون قبل از اسلام عرب کے سماجی، مذہبی اور اخلاقی حالات کا ایک جامع تجزیہ پیش کرتا ہے۔ عرب معاشرہ اس وقت شدید جاہلیت، ظلم و ستم، اور اخلاقی زوال کا شکار تھا۔ شرک اور بت پرستی کا راج تھا، خانہ کعبہ جو کہ توحید کا مرکز تھا، بتوں سے بھرا ہوا تھا، اور اہل عرب اپنے ہاتھوں سے تراشے ہوئے بتوں کے سامنے سجدہ ریز ہو جاتے تھے۔ عورتوں پر ظلم و ستم کی انتہا تھی، ان کے بنیادی حقوق پامال کیے جاتے، اور انہیں محض ایک قابل فروخت شے سمجھا جاتا تھا۔ اسی طرح سماجی برائیاں جیسے لوٹ مار، سود خوری، اور شراب نوشی عام تھیں۔

---

[10] صفی الرحمن مبارکپوری، الرحیق المختوم، دار السلام، 2011، ص 64
Safi-ur-Rahman Mubarakpuri, Ar-Raheeq Al-Makhtum, Darussalam, 2011, p. 64.

[11] ڈاکٹر محمد طاہر القادری، مقدمہ سیرت النبی ﷺ، منہاج القرآن پبلیکیشنز، 2005، ص 102
Dr. Muhammad Tahir-ul-Qadri, Muqaddama Seerat-un-Nabi ▯, Minhaj-ul-Quran Publications, 2005, p. 102.

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.01 (2025)

عربوں کی مذہبی حالت

قبل از اسلام عرب کا سب سے بڑا المیہ یہ تھا کہ انہوں نے توحید کے حقیقی پیغام کو فراموش کر دیا تھا۔ وہ اللہ تعالیٰ کو ماننے کے باوجود لات، عزیٰ، منات، ہبل، اور دیگر بے شمار بتوں کی پوجا کرتے تھے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ یہ بت ان کے اور اللہ کے درمیان وسیلہ ہیں اور یہ ان کی دعائیں قبول کروائیں گے۔ یہی وجہ تھی کہ خانہ کعبہ، جو اصل میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اللہ کی وحدانیت کے لیے تعمیر کیا تھا، شرک و بت پرستی کا سب سے بڑا مرکز بن چکا تھا۔ اس میں 360 بت رکھے گئے تھے، اور ہر قبیلہ اپنے مخصوص بت کو پوجتا تھا۔

صفی الرحمن مبارکپوری لکھتے ہیں:

"اہل مکہ نے ایک رسم یہ بنالی تھی کہ جو لوگ بیرون مکہ سے آتے تھے، وہ تب تک طواف نہیں کر سکتے تھے جب تک کہ وہ قریش کے مخصوص لباس میں نہ ہوں۔ اگر یہ لباس میسر نہ آتا تو مرد مکمل برہنہ ہو کر طواف کرتے، جبکہ عورتیں بھی اپنے تمام کپڑے اتار کر محض ایک مختصر چادر میں طواف کرتیں اور یہ کہتے ہوئے چلتی جاتیں:

اليوم يبدو بعضه او كله وما بدا منه فلا احله

آج کچھ یا سب کھل جائے گا، لیکن جو کچھ ظاہر ہو گا، میں اسے دیکھنا حلال قرار نہیں دیتی[12]

یہ ظاہر کرتا ہے کہ عربوں کے مذہبی معاملات میں اخلاقی پستی کی انتہا ہو چکی تھی، اور وہ اپنے خود ساختہ عقائد کی وجہ سے کسی بھی حد تک جانے کو تیار تھے۔

عرب معاشرہ اور اخلاقی زوال

اسلام کی آمد سے پہلے عرب معاشرہ ہر لحاظ سے زوال پذیر تھا۔ بدکاری، شراب نوشی، قتل و غارت، اور لوٹ مار جیسے جرائم عام تھے۔ طاقتور قبیلے کمزوروں کو دبانے اور ان کی زمین و جائیداد پر قبضہ کرنے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتے تھے۔ شراب نوشی ایک عام رواج تھا، اور لوگ نشے کی حالت میں لڑائی جھگڑے کرتے، قتل و غارت میں ملوث ہو جاتے، اور معاشرتی اقدار کو پامال کرتے۔

ڈاکٹر محمد طاہر القادری لکھتے ہیں:

"عربوں میں بدکاری عام ہو چکی تھی۔ شراب نوشی ان کے روزمرہ معمولات میں شامل تھی۔ عورتوں کے عریاں رقص ہوتے، اور لوگ کھلے عام بدکاری میں ملوث ہوتے۔ لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے کی قبیح رسم رائج تھی۔ ایک شخص اگر مر جاتا تو اس کی بیوی کو ترکے میں مال و جائیداد کی طرح تقسیم کر دیا جاتا۔ بعض قبائل میں یہ رواج تھا کہ باپ کی وفات کے بعد اس کی بیویاں اس کے بیٹوں میں تقسیم ہو جاتیں، اور بعض اوقات انہیں فروخت بھی کر دیا جاتا۔[13] "

عورتوں کی حیثیت انتہائی کمزور تھی۔ انہیں کسی بھی قسم کے حقوق حاصل نہ تھے۔ اگر کسی قبیلے میں بیٹی پیدا ہو جاتی تو اسے باعث شرم سمجھا جاتا اور اکثر زندہ دفن کر دیا جاتا تھا۔

بیواؤں اور عورتوں کے ساتھ غیر انسانی سلوک

عربوں میں یہ رواج تھا کہ اگر کسی عورت کا شوہر مر جاتا تو اسے نہایت منحوس سمجھا جاتا۔ اسے ایک سال تک انتہائی اذیت میں رکھا جاتا، اور اس دوران وہ کسی قسم کی خوشبو نہیں لگا سکتی تھی، نہ ہی صاف ستھرے کپڑے پہن سکتی تھی۔ سال گزرنے کے بعد وہ مخصوص شرائط کے بعد معاشرتی زندگی میں واپس آسکتی تھی۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

"جب کسی عورت کا شوہر فوت ہو جاتا تو وہ ایک سال تک ایک تنگ و تاریک کمرے میں بند رہتی۔ وہ پرانے اور گندے کپڑے پہنتی، خوشبو نہیں لگاتی، اور کسی سے بات تک نہ کرتی۔ جب سال مکمل ہو جاتا تو اسے باہر نکالا جاتا اور ایک خاص رسم ادا کرنی پڑتی تھی۔"

---

[12] الرحیق المختوم، صفحہ 64، مکتبہ دارالسلام، سن اشاعت: 2002

Ar-Raheeq Al-Makhtum, page 64, Maktaba Darussalam, Year of Publication: 2002.

[13] مقدمہ سیرت النبی ﷺ، صفحہ 101، مکتبہ منہاج القرآن، سن اشاعت: 2005

Muqaddama Seerat-un-Nabi ﷺ, page 101, Maktaba Minhaj-ul-Quran, Year of Publication: 2005.

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.01 (2025)

یہ رویہ عورتوں کے ساتھ انتہائی ظالمانہ تھااور انہیں جیتے جی قید میں ڈالنے کے مترادف تھا۔اسلام نے آکر ان تمام جاہلانہ رسومات کا خاتمہ کیااور عورت کو وہ مقام دیا جو اسے ایک انسان اور معاشرتی فرد کے طور پر ملنا چاہیے تھا۔

قبل از اسلام عرب معاشرہ ایک تاریک دور سے گزر رہا تھا۔ مذہبی گمراہی، اخلاقی انحطاط، عورتوں پر ظلم، اور طبقاتی تفریق عروج پر تھی۔ طاقتور افراد کمزوروں کو ظلم و ستم کا نشانہ بناتے اور عورتوں کو وراثت کا حصہ سمجھ کر تقسیم کیا جاتا۔ لیکن اسلام کی آمد نے اس معاشرتی بگاڑ کو ختم کیا، انسانی حقوق کا تحفظ کیا، اور ایک عادلانہ معاشرہ قائم کیا جہاں سب کو برابر حقوق دیے گئے۔ یہ سب اس بات کی عکاسی کرتی ہیں کہ کس طرح اسلام نے عربوں کو جاہلیت کے اندھیروں سے نکال کر علم، انصاف، اور انسانیت کی روشنی عطا کی۔

عورتوں کی حیثیت اور ازدواجی قوانین

عرب میں عورتوں کو محض ایک ملکیت تصور کیا جاتا تھا۔ بیوی، شوہر کی وفات کے بعد اس کے وارثوں کی ملکیت سمجھی جاتی اور وہ اپنی مرضی کے مطابق اس کے ساتھ سلوک کرتے۔ بعض صورتوں میں، وارث خود اس سے نکاح کر لیتے یا کسی اور سے نکاح کروا دیتے، اور اگر چاہتے تو نکاح کی اجازت نہ دیتے۔ حتیٰ کہ بعض جگہوں پر باپ کے مرنے کے بعد سوتیلی ماں کو بھی وراثتی حق کے طور پر اپنانے کا رواج تھا۔ اسی طرح حقیقی بہنوں سے نکاح کرنے کی بھی مثالیں ملتی ہیں۔ عورت کو آزادانہ زندگی گزارنے کا اختیار نہیں تھا، اور وہ ہر حال میں مردوں کی تابع رہتی تھی۔

لونڈیوں کی حالت

لونڈیوں کے ساتھ سلوک نہایت ظالمانہ تھا۔ انہیں محض ایک جنس تصور کیا جاتا، اور ان کی عزت و عصمت کی کوئی قدر و قیمت نہ تھی۔ بعض مالکان اپنی لونڈیوں سے جبری طور پر عصمت فروشی کرواتے اور اس سے ہونے والی آمدنی خود وصول کرتے۔ مزید برآں، بعض دولت مند لوگ اپنی لونڈیوں کو شب بسری کے لیے اپنے دوستوں کو تحفے کے طور پر پیش کرتے۔ یہ تمام اعمال عرب تہذیب میں اخلاقی انحطاط کی نشاندہی کرتے ہیں۔

معاشرتی و سماجی برائیاں

معاشرتی طور پر عربوں میں چوری، ڈاکا، قتل و غارت گری عام تھی۔ کسی کا قتل ایک معمولی بات سمجھی جاتی تھی اور معمولی جھگڑوں میں خون بہایا جاتا تھا۔ قانون کی کوئی حکمرانی نہ تھی اور طاقتور طبقہ کمزوروں کو ظلم و جبر کا نشانہ بناتا تھا۔

حکومتی نااہلی اور استحصال

عرب میں کوئی مضبوط مرکزی حکومت موجود نہ تھی، بلکہ مختلف قبیلوں کے سردار اپنی ذاتی خواہشات اور مفادات کے مطابق حکومت چلاتے۔ عام شہریوں پر بھاری اور غیر منصفانہ ٹیکس عائد کیے جاتے جو حکمرانوں کی عیاشیوں پر خرچ ہوتے۔ عوام کی فلاح و بہبود کے لیے کوئی عملی اقدام نہیں کیا جاتا تھا، اور اگر کوئی ظالمانہ ٹیکسوں کے خلاف آواز بلند کرتا تو اسے کچل دیا جاتا۔

غلامی اور انسانی تجارت

انسانوں کو غلام بنانے کا رواج عام تھا۔ غلاموں اور لونڈیوں کی باقاعدہ منڈیاں لگتی تھیں جہاں انہیں جانوروں کی طرح خریدا اور بیچا جاتا تھا۔ غلاموں کو کسی بھی قسم کے حقوق حاصل نہ تھے اور ان کے آقا ان پر مکمل اختیار رکھتے تھے۔ اگر کوئی غلام نافرمانی کرتا تو اسے سخت سزائیں دی جاتیں، حتیٰ کہ بعض اوقات ان کی جان بھی لے لی جاتی۔ ابو جہل نے اپنی لونڈی سمیہ کو محض اسلام قبول کرنے کی پاداش میں قتل کر دیا تھا۔

علمی و فکری زوال

عرب معاشرہ علمی و فکری لحاظ سے بھی شدید انحطاط کا شکار تھا۔ تعلیم و تربیت کا کوئی منظم نظام موجود نہ تھا۔ شعر و خطابت کی مہارت رکھنے والے افراد ضرور پائے جاتے تھے، مگر عملی علوم اور فکری ترقی کا کوئی تصور نہ تھا۔ اس علمی زوال کے باعث توہم پرستی اپنے عروج پر تھی، اور لوگ بے بنیاد خیالات اور غیر سائنسی تصورات پر یقین رکھتے تھے۔

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.01 (2025)

توہمات اور غیر منطقی عقائد

اہلِ عرب مختلف چیزوں، دنوں، مہینوں، جانوروں، اور حتیٰ کہ عورتوں کو بھی منحوس سمجھتے تھے۔ بیماریوں کے بارے میں طرح طرح کے غیر سائنسی عقائد رکھتے تھے اور خرگوش کی ہڈی، جانوروں کی ہڈیوں، اور دیگر چیزوں کو بدشگونی کے خاتمے کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ روحوں کے اُلو بن جانے، بیماریوں کے چھوت لگنے جیسے نظریات عام تھے۔

غذائی اور معاشی بدحالی

عربوں کی معاشی صورتحال بھی بہت دگرگوں تھی۔ لوگوں کو قرض کے حصول کے لیے اپنی عورتوں اور بچوں کو گروی رکھنا پڑتا تھا۔ غذائی سطح پر وہ غیر معیاری خوراک کھانے پر مجبور تھے، یہاں تک کہ چوہے، سانپ، بچھو، چھپکلی، اور دیگر حشرات الارض تک کھا جاتے تھے۔ اس کے علاوہ، معیشت میں سود کا نظام رائج تھا، جس نے غریب طبقے کو مزید بدحالی کا شکار کر دیا تھا۔

انسانی جان کی بے قدری

عرب معاشرے میں انسانی جان کی کوئی وقعت نہ تھی۔ سرداری اور قبائلی نظام کے باعث سردار کو اپنے قبیلے کے افراد پر مکمل اختیار حاصل ہوتا تھا، یہاں تک کہ وہ اپنی اولاد کی جان تک لینے کا حق رکھتا تھا۔ بعض علاقوں میں انسانوں کی قربانی کا رواج بھی تھا۔ قبائلی جھگڑوں میں قتل و غارت ایک عام روایت تھی، اور رحم و کرم کا کوئی تصور موجود نہ تھا۔

ظلم و جبر کی انتہا

معاشرہ ظالمانہ رویوں کا شکار تھا۔ مظلوموں کو کوئی انصاف نہیں ملتا تھا، اور طاقتور کمزوروں کا استحصال کرتے تھے۔ غلاموں اور کمزور طبقات پر بے جا ظلم روا رکھا جاتا تھا اور وہ کسی بھی قسم کے حقوق سے محروم تھے۔

جنسی بے راہ روی اور بے حیائی

عرب معاشرہ اخلاقی گراوٹ کی آخری حدوں کو چھو رہا تھا۔ عورتوں کے لیے کوئی باعزت مقام نہ تھا، اور وہ کئی مردوں کی تسکین کا ذریعہ بننے پر مجبور تھیں۔ شرم و حیا کا جنازہ نکل چکا تھا، اور بدکاری کو برا نہیں سمجھا جاتا تھا۔[14]

یہ تمام عوامل عرب معاشرے کی مجموعی بدحالی کو ظاہر کرتے ہیں۔ اگرچہ اہلِ عرب میں کچھ خوبیاں بھی تھیں، جیسے مہمان نوازی، شجاعت، اور وعدے کی پابندی، مگر مجموعی طور پر معاشرتی برائیاں خوبیوں پر حاوی ہو چکی تھیں۔ ایسے وقت میں، جب دنیا اخلاقی، سماجی، اور مذہبی پستی کا شکار تھی، اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت کے نور کے ساتھ مبعوث فرمایا تاکہ انسانیت کو اس ظلم و جبر اور اندھیرے سے نکال کر روشنی کی طرف لایا جا سکے۔

سیرت النبی ﷺ کے عرب تہذیب پر اثرات

عرب تہذیب کا مختصر جائزہ لینے سے یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اسلام سے قبل عرب معاشرہ سیاسی، سماجی، مذہبی اور معاشی اعتبار سے زوال پذیر تھا۔ اعلیٰ اخلاقی اقدار معدوم ہو چکی تھیں، ظلم و استحصال اپنے عروج پر تھا، اور مظلوموں کی آہیں اور سسکیاں آسمان تک پہنچ رہی تھیں۔ عورتوں پر ہونے والے ظلم کی انتہا تھی اور لڑکیوں کو زندہ دفن کرنے کی قبیح رسم عام تھی۔ ایسے حالات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے قانون کے مطابق اس معاشرے کی اصلاح کے لیے نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو مبعوث فرمایا، تاکہ وہ لوگوں کو حق کی طرف بلائیں اور باطل کا خاتمہ کریں۔ نبی کریم ﷺ کی بعثت سرزمینِ عرب کے لیے ایک ایسا انقلاب تھی جس نے نہ صرف عرب بلکہ پوری دنیا کی تہذیب و ثقافت کو یکسر بدل کر رکھ دیا۔ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے انسانیت کی راہنمائی کا فریضہ انجام دیا اور نبوت کے اس پیغام کو آگے بڑھایا جو آپ ﷺ سے قبل انبیائے کرام علیہم السلام کی جانب سے پیش کیا جاتا رہا تھا۔ آپ ﷺ کا پیغام آفاقی اور عالمگیر تھا، جو پوری انسانیت کے لیے رہنمائی فراہم کرتا ہے۔[15]

---

[14] امام احمد بن حنبل۔ مسند احمد بن حنبل۔ بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1998، ص 210
Imam Ahmad bin Hanbal, Musnad Ahmad bin Hanbal, Beirut: Dar Al-Kutub Al-Ilmiyya, 1998, p. 210.

[15] ابن کثیر، عماد الدین۔ البدایہ والنہایہ۔ لاہور: الفیصل ناشران، 2015، ص 98

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.01 (2025)

عرب تہذیب پر اسلام کے اثرات

نبی کریم ﷺ کی آمد سے پہلے عرب مشرکانہ عقائد میں مبتلا تھے۔ آپ ﷺ نے توحید کی تعلیم دی، بت پرستی کا خاتمہ کیا اور لوگوں کو ایک اللہ کی عبادت کی طرف راغب کیا۔ فتح مکہ کے موقع پر کعبہ میں موجود تمام بتوں کو توڑ دیا گیا، جو اس بات کا ثبوت تھا کہ اسلام نے عربوں کو شرک کی تاریکی سے نکال کر ایمان کی روشنی عطا کی۔ نبی کریم ﷺ کی تعلیمات نے عربوں کے اخلاق و کردار میں ایک عظیم تبدیلی پیدا کی۔ جہاں پہلے انتقام، ظلم، بے حیائی اور جاہلیت عام تھی، وہاں اسلام نے عدل و انصاف، صبر و تحمل، عفو و در گزر، اور عفت و پاکدامنی کو فروغ دیا۔ عربوں میں نسلی اور قبائلی تعصب عام تھا۔ آپ ﷺ نے اعلان فرمایا کہ کسی عربی کو عجمی پر، کسی گورے کو کالے پر برتری نہیں، بلکہ فضیلت کا معیار تقویٰ ہے۔ آپ ﷺ کے خطبہ حجۃ الوداع نے انسانی مساوات کا ایسا درس دیا جس نے دنیا کی تمام تہذیبوں کو متاثر عرب میں علم و تعلیم کی اہمیت کم تھی، مگر اسلام نے حصول علم کو فرض قرار دیا۔ نبی کریم ﷺ نے قیدیوں کو آزادی کے بدلے تعلیم دینے کی شرط رکھی، جس سے علم دوستی کو فروغ ملا۔ عرب میں سودی لین دین عام تھا، جس سے غریب مزید غریب اور امیر مزید امیر ہو جاتا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے سود کو حرام قرار دیا اور زکوٰۃ کا نظام متعارف کروایا، جس سے دولت کی منصفانہ تقسیم ممکن ہوئی۔ اسلام سے قبل عورتوں کی حیثیت نہایت کمزور تھی، انہیں جائیداد میں حصہ نہیں ملتا تھا اور وہ وراثت میں شامل نہیں کی جاتی تھیں۔ نبی کریم ﷺ نے عورتوں کو مساوی حقوق عطا کیے، ان کے لیے وراثت مقرر کی، اور ان کی عزت و تکریم کا درس دیا۔ نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ نے عرب تہذیب کو ہر لحاظ سے سنوار دیا۔ ایک ایسی قوم جو جاہلیت، بدامنی، اور اخلاقی پستی میں مبتلا تھی، آپ ﷺ کی تعلیمات کے ذریعے عدل و انصاف، علم و حکمت، اور روحانی ترقی کی اعلیٰ مثال بن گئی۔ اس انقلاب کے اثرات نہ صرف عرب بلکہ پوری دنیا میں محسوس کیے گئے اور آج بھی اسلامی تہذیب و ثقافت کی بنیاد سیرت النبی ﷺ کے اصولوں پر قائم ہے۔[16]

اسلامی تہذیب و تمدن کی بنیاد دو بنیادی ماخذوں پر ہے۔ قرآن مجید اور سنت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انہی دو ذرائع میں انسان کی کامیابی مضمر ہے، اور اگر کوئی قرآن و سنت کو یکجا دیکھنا چاہے تو اس کی بہترین شکل سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں نظر آتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اس حقیقت کا مکمل شعور تھا کہ اگر وہ قرآن کو سمجھنا اور اس پر عمل کرنا چاہتے ہیں، تو اس کا سب سے مؤثر اور مستند ذریعہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارکہ ہے۔[17]

صحابہ کرام کا سیرت النبی ﷺ سے تعلق

صحابہ کرام کے دلوں میں سیرت النبی ﷺ کے لیے بے پناہ محبت اور عملی وارفتگی تھی۔ وہ رسول اللہ ﷺ کی **ہر سنت** کو اپنانے کے لیے بے تاب رہتے، حتیٰ کہ وہ امور جو محض عادتاً سر انجام دیے جاتے تھے، انہیں بھی اپنا معمول بنا لیتے۔ اس حوالے سے احادیث مبارکہ اور تاریخ کی کتب میں بے شمار مثالیں ملتی ہیں، جن سے یہ واضح ہوتا ہے کہ سیرت النبی ﷺ ہی وہ روشنی تھی جس نے صحابہ کرام کو اعلیٰ اخلاقی مقام پر فائز کیا اور انہیں دینی، سماجی اور سیاسی قیادت کے اہل بنا دیا۔[18]

قرآنی احکام پر فوری عمل: ایک عملی مثال

صحابہ کرام کا نبی اکرم ﷺ کے احکام کو فوری **اور** بلا چوں وچراں **قبول** کرنے کا جذبہ حیران کن تھا۔ مثال کے طور پر، جب شراب کو حرام قرار دیا گیا تو اس کا اعلان ہوتے ہی مدینہ کی گلیوں میں شراب بہا دی گئی۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

" میں ابو طلحہ کے مکان میں لوگوں کو شراب پلا رہا تھا، اس زمانے میں لوگ 'فضیح' (کھجور کی شراب) استعمال کرتے تھے۔ اسی دوران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک منادی کو حکم دیا کہ اعلان کرے: 'سنو! شراب حرام کر دی گئی۔' ابو طلحہ نے فوراً کہا: 'انس! جاؤ اور ساری شراب بہا دو۔' چنانچہ میں نکلا اور مدینہ کی گلیوں میں

Ibn Kathir, Imad al-Din, Al-Bidaya wa'l-Nihaya, Lahore: Al-Faisal Publishers, 2015, p. 98.

[16] ابن ہشام، عبد الملک۔ *سیرت ابن ہشام*۔ لاہور: قدیمی کتب خانہ، 2003، ص 123

Ibn Hisham, Abdul Malik, Seerat Ibn Hisham, Lahore: Qadeemi Kutub Khana, 2003, p. 123

[17] منصور پوری، قاضی سلیمان۔ *رحمت للعالمین*۔ لاہور: دار السلام، 2010، ص 19

Mansoorpuri, Qazi Sulaiman. Rahmat-ul-lil-Alameen, Lahore: Darussalam, 2010, p. 19.

[18] ابن قیم الجوزیہ۔ *زاد المعاد*۔ لاہور: مکتبہ رحمانیہ، 1999، ص 220

Ibn Qayyim al-Jawziyyah. Zad al-Ma'ad, Lahore: Maktaba Rahmaniyyah, 1999, p. 220.

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.01 (2025)

شراب بہادی گئی۔" یہ واقعہ صحابہ کرام کے جذبہ اطاعت کی عکاسی کرتا ہے کہ جیسے ہی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم آیا، انہوں نے کسی پس و پیش کے بغیر عمل کر لیا۔

عادات اور معمولات میں رسول اللہ ﷺ کی پیروی

صحابہ کرام صرف رسول اللہ ﷺ کے احکام پر ہی عمل نہیں کرتے تھے، بلکہ وہ ان کے روزمرہ کے معمولات کو بھی اپنانا اپنی سعادت سمجھتے تھے۔ اگر کوئی نبی اکرم ﷺ کی کسی سنت پر عمل کرتا تو لوگ حیرت سے پوچھتے کہ آپ ایسا کیوں کر رہے ہیں؟ اس پر ان کا جواب یہی ہوتا کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کو ایسا کرتے دیکھا ہے، اس لیے ہم بھی ایسا کرتے ہیں۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ جب کوئی بات کرتے تو مسکراتے۔ کسی نے ان سے کہا کہ "آپ کو اس عادت کو ترک کر دینا چاہیے، ورنہ لوگ آپ کو احمق سمجھیں گے۔ "اس پر حضرت ابو درداء نے جواب دیا:

"میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ جب وہ کوئی بات کرتے تو مسکراتے تھے، اس لیے میں بھی ایسا کرتا ہوں۔"[19]

یہ مثال صحابہ کے جذبہ اتباع کو ظاہر کرتی ہے کہ وہ صرف واجب اور لازمی احکام پر عمل نہیں کرتے تھے بلکہ نبی اکرم ﷺ کی عادات اور اخلاقی رویوں کو بھی اپنی زندگی کا حصہ بنا لیتے تھے۔

سفر اور سواری کے آداب

صحابہ کرام حتیٰ کہ نبی اکرم ﷺ کے سواری پر سوار ہونے کے مخصوص طریقہ کار کی بھی پیروی کرتے تھے۔ ایک روایت کے مطابق:

حضرت علی کرم اللہ وجہہ جب کسی سواری پر سوار ہوتے تو:

1. رکاب میں پاؤں رکھتے ہوئے "بِسْمِ اللَّهِ" کہتے۔
2. پشت پر بیٹھنے کے بعد "اَلْحَمْدُ لِلَّهِ" پڑھتے۔
3. تین مرتبہ "اللَّهُ أَكْبَرُ" کہتے۔
4. اس کے بعد دعا پڑھتے:
5. "سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي، فَاغْفِرْ لِي، فَإِنَّهُ لاَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلاَّ أَنْتَ" ۔
6. آخر میں ہنستے۔

لوگوں نے ان سے ہنسنے کی وجہ پوچھی تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا:

"میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طریقے سے سواری پر سوار ہوتے دیکھا ہے، اور آخر میں ہنستے ہوئے پایا ہے، اس لیے میں بھی ہنستا ہوں۔"

یہ حدیث اس حقیقت کو ثابت کرتی ہے کہ صحابہ کرام نبی اکرم ﷺ کی چھوٹی سے چھوٹی سنت کو بھی چھوڑنا پسند نہیں کرتے تھے۔

اسلام اور شرم وحیا

عرب معاشرے میں بے حیائی اور بد تہذیبی عام تھی۔ لیکن رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں آکر صحابہ کرام کی زندگیوں میں شرم وحیا اور پاکیزگی پیدا ہو گئی۔

ایک صحابیہ جن کی زندگی زمانہ جاہلیت میں درست نہ تھی، ایک شخص نے انہیں بہکانے کی کوشش کی تو انہوں نے دوٹوک الفاظ میں کہا:

"ہٹو! اب وہ زمانہ ختم ہو گیا، اور اسلام آچکا ہے۔"[20]

یہ تبدیلی سیرت النبی ﷺ کے براہ راست اثرات کا نتیجہ تھی کہ لوگوں نے اپنی سابقہ غلط عادتیں ترک کر دیں اور پاکیزہ زندگی اختیار کر لی۔

اجنبی عورتوں سے اجتناب

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے تھے:

---

[19] مسند احمد بن حنبل، امام احمد بن حنبل۔ مسند احمد، حدیث: 27570، دار الفکر، 2001

Imam Ahmad bin Hanbal. Musnad Ahmad, Hadith: 27570, Dar Al-Fikr, 2001.

[20] ابن سعد، محمد بن سعد۔ الطبقات الکبریٰ، دار صادر، 1998، ص 124

Ibn Sa'd, Muhammad bin Sa'd. Al-Tabaqat al-Kubra, Dar Sader, 1998, p. 124

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.01 (2025)

"مجھے یہ پسند ہے کہ میری ناک کسی مردار کی بدبو سے بھر جائے، لیکن یہ پسند نہیں کہ اس میں کسی اجنبی عورت کی خوشبو آئے۔"[21]

یہ مثال صحابہ کرام کی حساسیت کو ظاہر کرتی ہے کہ وہ کسی بھی ایسے کام سے بچنے کی کوشش کرتے جو بے حیائی یا برائی کی طرف لے جا سکتا ہو۔ رسول اللہ ﷺ کی سیرتِ طیبہ صرف چند عبادات کا مجموعہ نہیں تھی بلکہ ایک مکمل طرزِ زندگی تھی۔ سیرت النبی ﷺ کی پیروی نے عرب کے وحشی معاشرے کو ایک مہذب اور شائستہ معاشرے میں تبدیل کر دیا۔ صحابہ کرام کی زندگیوں میں رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کی جھلک ہی دراصل اسلامی تہذیب و تمدن کی اصل بنیاد ہے۔ آج بھی اگر مسلمان اسی جذبے سے سیرت النبی ﷺ کو اپنا لیں تو دنیا میں اسلامی تہذیب و تمدن کی عظمت کو بحال کیا جا سکتا ہے۔

اسلامی تہذیب و تمدن میں سیرت النبی ﷺ کا کردار

اسلامی تہذیب کی بنیاد نبی اکرم ﷺ کی سیرتِ طیبہ پر استوار ہے، جو انسانیت کو بلند مقام عطا کرتی ہے۔ آپ ﷺ نے ہمیشہ انسان کی عزتِ نفس، خودداری اور وقار کو نمایاں حیثیت دی اور دوسروں کے سامنے سوال کرنے کو ناپسند فرمایا۔ کیونکہ سوال کرنے سے انسانی انا مجروح ہوتی ہے اور خودداری پر کاری ضرب لگتی ہے۔ یہی وجہ تھی کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہ سے بیعت لی کہ وہ کسی سے کچھ نہیں مانگیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"جو شخص مجھے اس بات کی ضمانت دے کہ وہ کسی کے آگے دست سوال دراز نہیں کرے گا، میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔"[22]

صحابہ کرام کی خودداری اور عزتِ نفس

صحابہ کرام نے نبی اکرم ﷺ کی اس تعلیم پر مکمل عمل کیا اور اپنی ضروریات کے باوجود سوال کرنے سے گریز کیا۔ وہ اپنی مشکلات کو برداشت کرنا پسند کرتے لیکن اپنی عزتِ نفس پر کوئی حرف نہیں آنے دیتے تھے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کی مثال نہایت شاندار ہے۔ جب وہ کسی سفر میں ہوتے اور ان کی اونٹنی کی لگام ہاتھ سے گر جاتی، تو وہ خود اونٹنی کو بٹھا کر لگام اٹھاتے۔ لوگوں نے کہا: 'یا خلیفة الرسول! آپ ہمیں حکم دیں، ہم اٹھا دیں گے۔' لیکن انہوں نے فرمایا:

"میرے حبیب ﷺ نے ہمیں سکھایا کہ کسی سے کچھ نہ مانگو۔"[23]

یہی کیفیت نادار اور مسکین صحابہ کی تھی۔ اصحابِ صفہ، جو مالی طور پر کمزور تھے اور مالدار صحابہ کے سہارے زندگی گزارتے، پھر بھی کسی سے کچھ مانگنے سے گریز کرتے۔ یہاں تک کہ اگر کوئی ان کی مدد کرنا چاہتا تو وہ اس میں بھی عزتِ نفس کا پورا خیال رکھتے تاکہ کسی کو یہ احساس نہ ہو کہ وہ ضرورت مند ہیں۔

اسلامی تہذیب میں ایثار کی روح

اسلامی تہذیب کی سب سے نمایاں خصوصیت **ایثار** ہے۔ قبل از اسلام، عرب معاشرہ خود غرضی اور مطلب پرستی کا شکار تھا، لیکن نبی کریم ﷺ نے اپنی تعلیمات کے ذریعے ایثار کا ایک نیا معیار قائم کیا۔

عبدالسلام ندوی لکھتے ہیں:

"ایک جنگ میں حضرت عکرمہ، حضرت حارث بن ہشام، اور حضرت سہیل بن عمرو زخموں سے نڈھال زمین پر پڑے تھے۔ نزع کی کیفیت تھی اور پیاس شدت اختیار کر چکی تھی۔ ایک شخص پانی لے کر حضرت عکرمہ کے پاس آیا۔ انہوں نے دیکھا کہ حضرت سہیل پانی کی طرف حسرت بھری نظروں سے دیکھ رہے ہیں، تو فرمایا: 'پہلے انہیں پلا دو۔' جب حضرت سہیل کے پاس پانی آیا، تو انہوں نے حضرت حارث کو دیکھا اور کہا: 'پہلے ان کو دے دو۔' جب پانی حضرت حارث کے پاس پہنچا، تو

---

[21] حنبل، امام محمد بن احمد بن حنبل، مسند احمد بن حنبل، مکتبہ علمیہ، لاہور، 2009، حدیث: 19447
Hanbal, Imam Muhammad bin Ahmad bin Hanbal. Musnad Ahmad bin Hanbal, Maktaba Ilmiya, Lahore, 2009, Hadith: 19447.

[22] حنبل، امام محمد بن احمد بن حنبل، مسند احمد بن حنبل، مکتبہ علمیہ، لاہور، 2009، حدیث: 22833
Hanbal, Imam Muhammad bin Ahmad bin Hanbal. Musnad Ahmad bin Hanbal, Maktaba Ilmiya, Lahore, 2009, Hadith: 22833

[23] عبدالسلام، ندوی، اسوۂ صحابہ، ناشر: دار القدس پبلشرز، لاہور، 2017، ج2، ص274
Abdul Salam Nadwi, Uswah Sahabah, Publisher: Dar Al-Quds Publishers, Lahore, 2017, Vol. 2, p. 274.

انہوں نے پانی پینے سے قبل ہی داعیِ اجل کو لبیک کہہ دیا۔ جب پلٹ کر حضرت سہیل کے پاس پہنچے تو وہ بھی شہید ہو چکے تھے، پھر حضرت عکرمہ نے بھی جامِ شہادت نوش کر لیا۔ اس طرح تینوں صحابہ نے ایثار کی بے مثال مثال قائم کر دی۔[24]

یہ ایثار ہی اسلامی تہذیب کی وہ خصوصیت ہے جو اسے دیگر تمام تہذیبوں پر برتری عطا کرتی ہے۔

اسلامی تہذیب میں ظرافت اور زندہ دلی

نبی اکرم ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں زندہ دلی اور مزاح کا پہلو بھی موجود تھا، لیکن یہ ہمیشہ پاکیزگی اور سچائی پر مبنی ہوتا تھا۔ قبل از اسلام، عرب معاشرے میں مزاح میں بدتمیزی اور فحش گوئی عام تھی، لیکن رسول اکرم ﷺ نے اس میں اخلاقی اقدار شامل کر کے اسے شائستگی اور پاکیزگی عطا کی۔

نبی اکرم ﷺ کا خوش طبع انداز

آپ ﷺ خود بھی خوش طبعی کا مظاہرہ فرماتے اور صحابہ کرام کے ساتھ نرم رویہ اختیار کرتے۔

ایک صحابی نے آپ ﷺ سے عرض کیا' : *یارسول اللہ! میرے پاس سواری نہیں۔"*

آپ ﷺ نے فرمایا' : *تمہیں میں اونٹ کا بچہ دوں گا۔*

صحابی نے حیران ہو کر کہا' : *یارسول اللہ! اونٹ کا بچہ میرا بوجھ کیسے اٹھائے گا؟"*

آپ ﷺ مسکرا کر فرمایا' : *کیا ہر اونٹ کسی اونٹنی ہی کا بچہ نہیں ہوتا؟*[25]'

صحابہ کرام بھی نبی اکرم ﷺ کے اس انداز سے متاثر ہو کر مزاح کیا کرتے تھے، لیکن وہ ہمیشہ سچ بولتے اور ان کے مزاح میں شائستگی ہوتی۔ نبی اکرم ﷺ نے اسلامی تہذیب میں عزتِ نفس، ایثار، اور خوش اخلاقی جیسے جوہر شامل کر کے اسے دنیا کی تمام تہذیبوں سے ممتاز کر دیا۔ آپ ﷺ کی سیرتِ طیبہ نے صحابہ کرام کو خودداری اور غیرت کا درس دیا، جس سے وہ دوسروں کے آگے ہاتھ پھیلانے کے بجائے مشکلات برداشت کرنے کو ترجیح دیتے تھے۔ اسی طرح ایثار اور زندہ دلی کے ذریعے ایک ایسا معاشرہ تشکیل دیا گیا جو اخوت، محبت، اور خیر خواہی کی مثال بنا۔ آج بھی اگر ہم اسلامی تہذیب کے ان اصولوں کو اپنائیں، تو ہماری زندگی میں وہی وقار اور عظمت لوٹ سکتی ہے جسے نبی کریم ﷺ نے اپنی تعلیمات سے متعارف کرایا تھا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے کبھی بھی صحابہ کرام پر اپنا رعب ودبدبہ قائم کرنے کی کوشش نہیں کی، بلکہ ان کے ساتھ اپنائیت اور محبت کا برتاؤ فرمایا۔ آپ ﷺ ان کے ساتھ بیٹھتے، گفتگو کرتے اور انہیں یہ احساس دلاتے کہ وہ آپ کے قریب ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ صحابہ کرام کو آپ ﷺ کے ساتھ ہنسی مذاق کرنے میں بھی جھجک محسوس نہیں ہوتی تھی۔ متعدد روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ کرام بعض اوقات دورانِ گفتگو زندہ دلی کا معاملہ کرتے، اور آپ ﷺ نہ صرف ان کی باتوں سے محظوظ ہوتے بلکہ ان کے مزاح کو سراہتے بھی تھے۔ غزوہ تبوک کے دوران ایک موقع پر آپ ﷺ ایک چھوٹے سے خیمے میں قیام پذیر تھے۔ ایک صحابی حاضر ہوئے اور سلام کیا۔ آپ ﷺ نے انہیں اندر آنے کے لیے فرمایا، تو انہوں نے ہنستے ہوئے کہا: "یارسول اللہ! کیا میں پورے جسم سمیت داخل ہو جاؤں؟" اس جملے میں مزاحیہ پہلو تھا، کیونکہ خیمہ بہت تنگ تھا۔ آپ ﷺ اس جملے پر مسکرا دیے اور ان کی ظرافت کو پسند فرمایا۔

اسلامی تہذیب میں عدل وانصاف

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ایک مشہور قول ہے: "کفر کا معاشرہ چل سکتا ہے، لیکن ظلم کا معاشرہ نہیں چل سکتا۔" اسلام کی بنیادی تعلیمات میں عدل وانصاف کو نمایاں مقام حاصل ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی آمد سے پہلے عرب میں کمزور طبقات کے ساتھ ظلم وزیادتی عام تھی۔ خاص طور پر یتیموں کے حقوق محفوظ نہیں تھے۔ طاقتور افراد ان کے مال پر قبضہ کر لیتے، اور وہ دربدر کی ٹھوکریں کھانے پر مجبور ہو جاتے۔ آپ ﷺ نے اس مسئلے کو خصوصی اہمیت دی اور فرمایا: "میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے جیسے شہادت اور وسطی انگلی"

---

[24] عبدالسلام ندوی ، سیرت النبی، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، 2018، جلد 4، ص 312

Abdul Salam Nadwi, Seerat-un-Nabi, Maktaba Rahmaniya, Lahore, 2018, Vol. 4, p. 312.

[25] ابی داؤد، سلیمان بن الاشعث۔ سنن ابی داؤد، حدیث: 4998، دار الکتب العلمیہ، 2008، ص 434

Abu Dawood, Sulaiman bin Al-Ash'ath. Sunan Abi Dawood, Hadith: 4998, Dar Al-Kutub Al-Ilmiyyah, 2008, p. 434.

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.01 (2025)

یتیموں کی کفالت

رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کے زیرِ اثر صحابہ کرام یتیموں کی دیکھ بھال کو اپنی ذمہ داری سمجھتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا معمول تھا کہ وہ یتیموں کے مال کو تجارت میں لگاتیں تاکہ وہ بڑھ سکے۔ امہات المؤمنین بالخصوص حضرت زینب رضی اللہ عنہا کئی یتیموں کی پرورش کرتی تھیں۔ حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ ہمیشہ کسی یتیم کے ساتھ کھانے کا اہتمام کرتے۔ اسلامی حکومتوں میں یتیموں کے لیے وظائف مقرر کیے گئے، اور پہلی بار مسلمانوں کے دور حکومت میں منظم یتیم خانے قائم کیے گئے۔

غلامی کا خاتمہ

قبل از اسلام غلاموں کے ساتھ انتہائی ظالمانہ سلوک روا رکھا جاتا تھا۔ وہ کسی بھی قسم کے حقوق سے محروم تھے اور محض ایک جائیداد تصور کیے جاتے تھے۔ رسول اکرم ﷺ نے اس ظالمانہ رسم پر کاری ضرب لگائی اور غلاموں کے حقوق کا تحفظ کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "جس نے کسی غلام کو آزاد کیا، اللہ تعالیٰ اس غلام کے ہر ہر عضو کے بدلے اس کے ہر ہر عضو کو جہنم سے آزاد کرے گا"۔[26]

اسلامی تعلیمات کے مطابق، صحابہ کرام نے غلاموں کے ساتھ حسن سلوک کا مظاہرہ کیا اور انہیں آزاد کرانے کے لیے بھرپور کردار ادا کیا۔ حضرت علی، حضرت عثمان، اور حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہم جیسے مالدار صحابہ نے متعدد غلاموں کو خرید کر آزاد کیا۔ امام شافعی کے مطابق: "ہمارے علم میں نہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے غزوہ حنین کے بعد کسی کو غلام بنایا ہو، اور نہ ہی سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مرتدین کی جنگوں میں کسی عرب کو غلام بنایا"۔ رسول اکرم ﷺ کی سیرت نے معاشرتی عدل، انسانی وقار اور مساوات کو فروغ دیا۔ آپ ﷺ کی تعلیمات کی روشنی میں یتیموں، غلاموں اور کمزور طبقات کے لیے بے شمار اصلاحات کی گئیں۔ صحابہ کرام نے آپ ﷺ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ایک ایسے مثالی معاشرے کی بنیاد رکھی جو ایثار، عدل اور انسانیت کا اعلیٰ نمونہ تھا۔

تاریخ کی کتابوں میں صحابہ کرام کے بہت سے واقعات درج ہیں جن میں ان کا غلاموں کے ساتھ حسن سلوک واضح دکھائی دیتا ہے۔ کسی تہذیب میں غلاموں کو بڑے بڑے عہدوں اور مناصب سے نوازہ نہیں گیا جو اسلامی تہذیب میں رسول اللہ صلی الہیم کی سیرت کو مد نظر رکھتے ہوئے مسلمانوں نے نوازہ ہے۔ حضرت عبد اللہ ابن عمر اپنی بیٹیوں کی طرح اپنی لونڈیوں کو بھی سونے کے زیورات پہناتے تھے۔ حضرت علی المرتضیٰ ہمیشہ اپنے غلام کے ساتھ حسن سلوک فرماتے تھے۔ حضرت عمر سفر کے دوران غلام کو برابر اونٹنی پر سوار کرتے اور جب غلام سوار ہوتا تو آپ اونٹنی کی مہار پکڑ کر چلتے تھے۔ ایک صحابی کے بیٹے نے غلام کو تھپڑ مارا تو اس صحابی نے غلام کو کہا کہ وہ بھی اس کو تھپڑ مار کر بدلہ لے لے۔ صحابہ کرام ہمیشہ غلاموں کے برابر کام کرتے تھے۔ وہ کوشش کرتے تھے کہ غلاموں سے سخت کام نہ لیا جائے۔ وہ جو خود کھاتے وہی غلاموں کو کھلاتے، جو وہ خود پہنتے تھے وہی غلاموں کو پہناتے تھے اور ان کو گالم گلوچ اور برا بھلا کہنے سے مکمل اجتناب کرتے۔ غلاموں کے ساتھ ان کا یہ حسن عمل دراصل رسول اکرم صلی علیم کی سیرت اور تعلیمات کا نتیجہ تھا۔

غلاموں کے حقوق اور حسنِ سلوک

اسلام سے قبل غلاموں کو معاشرتی حیثیت حاصل نہ تھی، لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غلاموں کے ساتھ حسنِ سلوک کو ایمان کا لازمی جزو قرار دیا۔ حضرت ابوذر غفاریؓ کا واقعہ اس حوالے سے بہت مشہور ہے، جس میں انھوں نے اپنے غلام کو وہی لباس پہنایا جو خود پہنا تھا۔ کسی نے مشورہ دیا کہ وہ غلام کو مختلف کپڑا دے کر اپنے لیے بہتر لباس رکھ سکتے ہیں، تو حضرت ابوذرؓ نے فرمایا:

"میں نے اپنے غلام کو ایک بار برا بھلا کہا، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں شکایت لے گیا، تو آپؐ نے فرمایا: 'ابوذر! تم میں ابھی جاہلیت کے اثرات باقی ہیں۔ یہ غلام تمہارے بھائی ہیں، اگر تمھیں پسند نہیں تو انہیں آزاد کر دو، لیکن خدا کے بندوں کو عذاب نہ دو۔'" [27]

---

[26] مسلم، حجاج بن قشیری، مکتبہ اسلامیہ، لاہور، 2015، الصحیح، حدیث 1509
Muslim, Hajjaj bin Qushayri. *Al-Sahih*, Hadith 1509, Maktabah Islamiyah, Lahore, 2015.

[27] ابوداؤد، سلیمان بن الاشعث الازدی، سنن ابی داؤد، مکتبہ اسلامیہ، 2012، حدیث نمبر 5157
Abu Dawood, Sulaiman bin Al-Ash'ath Al-Azdi. Sunan Abi Dawood, Hadith 5157, Maktabah Islamiyah, 2012.

یہی اصول صحابہ کرام کے طرزِ عمل میں بھی نظر آتا ہے۔ حضرت عثمان غنیؓ رات کو وضو خود کرتے، جب کسی نے کہا کہ وہ کسی خادم کو بلا سکتے ہیں تو فرمایا: "رات ان کے آرام کے لیے ہے۔

غلاموں کی علمی ترقی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تربیت یافتہ غلاموں نے علم کے میدان میں غیر معمولی ترقی کی۔ امام زہری سے جب خلیفہ عبدالملک نے سوال کیا کہ اس وقت مکہ اور مدینہ میں سب سے بڑے عالم کون ہیں، تو انھوں نے موالی (آزاد کردہ غلاموں) کے نام بتائے۔ کوفہ میں امام ابراہیم نخعی کا ذکر آیا، جو قریش سے تھے۔ عبدالملک نے تبصرہ کیا: "مجھے لگا تھا کہ اب علم میں موالی ہی سبقت لے گئے ہیں۔"

امن و آشتی اور بھائی چارہ

قبل از اسلام عرب معاشرے میں قبائلی عداوتیں عام تھیں۔ معمولی تنازعات بھی نسل در نسل دشمنی میں بدل جاتے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات نے انہیں باہم شیر و شکر کر دیا۔ معاہدہ حلف الفضول میں آپ ؐ کا کردار اور تعمیرِ کعبہ کے موقع پر حجرِ اسود نصب کرنے میں آپ ؐ کے تدبر نے فساد کو ٹال دیا۔ آپ ؐ نے ارشاد فرمایا" : مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔"

صحابہ کرام کی باہمی محبت

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہی لوگ جو ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے، ایک دوسرے کے وفادار بھائی اور جانثار دوست بن گئے۔ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کے سامنے کھانا آیا تو انھیں مصعب بن عمیرؓ کی شہادت یاد آئی، جنھیں کفن کے لیے مکمل چادر بھی نصیب نہ ہوئی تھی۔ یہ سوچ کر وہ رو پڑے اور کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا۔

فلاحی نظام اور یتیموں کی کفالت

قبل از اسلام یتیموں کی حالت ناگفتہ بہ تھی، لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یتیموں کی کفالت کو جنت میں اپنی رفاقت کا ذریعہ قرار دیا۔ حضرت عائشہؓ یتیموں کے مال کی حفاظت کرتیں اور اسے نفع بخش تجارت میں لگاتیں۔ حضرت زینبؓ کئی یتیموں کی پرورش کرتیں اور حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کبھی کسی یتیم کے بغیر کھانا نہ کھاتے۔

عربوں کا اتحاد اور اسلامی حکمرانی

عرب جو مختلف قبائل میں تقسیم تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے نتیجے میں ایک متحد قوت بنے اور انھوں نے وسیع اسلامی حکومت قائم کی۔ مشہور مورخ فلپ حتی لکھتا ہے:

"عربوں کی عظیم سلطنت کا راز ان کے باہمی اتحاد میں مضمر تھا، جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کا نتیجہ تھا۔ " (Philip K. Hitti, "History of the Arabs") یہی اتحاد تھا جس نے مسلمانوں کو دنیا کی عظیم ترین تہذیب کی بنیاد فراہم کی۔ سیرتِ طیبہ کی روشنی میں یہ واضح ہوتا ہے کہ اسلامی معاشرت کی اصل بنیاد عدل، مساوات، اخوت اور خدمتِ خلق پر استوار ہے۔ اسلامی تعلیمات کا ایک نمایاں پہلو مساواتِ انسانی ہے، جسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ میں مکمل طور پر نافذ ہوتا ہوا دیکھا جا سکتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب کے قبائلی نظام میں موجود رنگ و نسل، نسب اور دولت کی بنیاد پر برتری کے تمام تصورات کو ختم کر دیا اور یہ واضح کر دیا کہ تمام انسان حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں، اور آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا گیا۔ اس بنیاد پر کسی کو کسی پر فوقیت حاصل نہیں، سوائے تقویٰ اور پرہیزگاری کے۔

اسلام سے پہلے معاشرے میں غلامی عام تھی، اور عربوں میں نسب، قومیت اور طبقاتی فرق کی بنا پر انسانوں کے درمیان تفریق کی جاتی تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تفریق کو ختم کر کے ایسا معاشرہ تشکیل دیا جہاں آقا اور غلام، عربی اور عجمی، گورے اور کالے کے درمیان کوئی فرق باقی نہ رہا۔ خطبہ حجۃ الوداع میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف الفاظ میں اعلان کیا کہ کسی عربی کو عجمی پر اور کسی گورے کو کالے پر کوئی فضیلت حاصل نہیں، سوائے تقویٰ کے۔ اس اعلان نے انسانی مساوات کی ایک ایسی بنیاد فراہم کی جس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی۔ خلفائے راشدین نے بھی اس اصول کو اپنی حکمرانی میں اپنایا۔ حضرت عمر فاروقؓ کا طرزِ عمل اس کی بہترین مثال ہے۔ ایک موقع پر حضرت صفوان بن امیہ کھانے کا خوان لائے تو حضرت عمرؓ نے فقیروں اور غلاموں کو بلا کر سب کے ساتھ کھانے میں شریک کیا اور فرمایا کہ خدا ان لوگوں پر لعنت کرے جو غلاموں کے ساتھ کھانے میں عار محسوس کرتے ہیں۔ مساوات کا یہ تصور نہ صرف مسلمانوں کے درمیان رائج کیا گیا بلکہ غیر مسلموں کے حقوق کا بھی اسی

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.01 (2025)

طرح تحفظ کیا گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر مسلموں کے حقوق کو یقینی بنایا اور ان کی جان و مال کی حفاظت کو مسلمانوں پر فرض کر دیا۔ ذمیوں کو اسلامی ریاست میں مکمل مذہبی آزادی دی گئی اور ان کے ساتھ کیے گئے معاہدوں کو ہر حال میں نبھایا گیا۔

اسلامی فتوحات کے دوران بھی اس مساوات کو برقرار رکھا گیا۔ محمد رضا انصاری لکھتے ہیں کہ مسلمان جب کسی علاقے میں داخل ہوتے تو اعلان کیا جاتا کہ گرجے، عبادت گاہیں اور خانقاہیں محفوظ رہیں گی اور کسی غیر مسلم کو محض مذہب کی بنیاد پر ملازمت سے برطرف نہیں کیا جائے گا۔ حضرت عمرؓ نے ایک غلام کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی، لیکن جب اس نے انکار کر دیا تو آپؓ نے فرمایا کہ دین میں کوئی جبر نہیں، اور خاموش ہو گئے۔ قانونی معاملات میں بھی اسلام نے مساوات کو مکمل طور پر نافذ کیا۔ عبدالسلام ندوی ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک بار حبلہ بن ایہم غسانی، جو شام کا رئیس تھا اور نو مسلم تھا، نے ایک شخص کے چہرے پر تھپڑ مارا۔ حضرت عمرؓ نے قصاص لینا چاہا تو اس نے حیران ہو کر کہا کہ کیا میری آنکھ اور اس عام شخص کی آنکھ برابر ہو سکتی ہیں؟ جب اسے جواب ملا کہ اسلام میں سب انسان برابر ہیں، تو اس نے مرتد ہو کر ملک چھوڑ دیا۔ یہ واقعہ واضح کرتا ہے کہ اسلام میں قانونی برابری پر کوئی سمجھوتہ نہیں کیا جاتا تھا، چاہے وہ کسی بڑے رئیس کے خلاف فیصلہ ہی کیوں نہ ہو۔

مسلمان جہاں بھی گئے، انہوں نے غیر مسلموں کے ساتھ حسن سلوک رکھا۔ صحابہ کرامؓ یہودیوں سے قرض لیتے، ان سے لین دین کرتے اور ان کے ہمسایوں کی خبر گیری کرتے تھے۔ حضرت سہل بن حنیف اور قیس بن سعد فوراً ایک ذمی کے جنازے کے احترام میں کھڑے ہو گئے، اور جب کسی نے اعتراض کیا کہ یہ تو غیر مسلم کا جنازہ ہے، تو انہوں نے جواب دیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بھی ایسا واقعہ پیش آیا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ آخر وہ بھی تو ایک جان ہے۔ ان تمام واقعات سے واضح ہوتا ہے کہ اسلام نے انسانی برابری کو محض ایک نظریہ نہیں بلکہ ایک عملی حقیقت کے طور پر نافذ کیا۔ چاہے وہ مسلمان ہوں یا غیر مسلم، آقا ہوں یا غلام، حاکم ہوں یا محکوم، سب کے لیے ایک ہی قانون اور ایک ہی اخلاقی معیار مقرر کیا گیا۔ یہی وجہ تھی کہ اسلامی معاشرہ مساوات اور عدل و انصاف کی بنیاد پر قائم ہوا اور دنیا میں ایک مثالی سماج کی صورت میں ابھرا۔ عبدالسلام ندوی حضرت عمر فاروق کے بارے میں لکھتے ہیں:

صدقے میں جو جانور آتے تھے ان کی نگرانی اور حفاظت خود فرماتے تھے۔ ایک دن سخت لو چل رہی تھی اور زمین پر انگارے بچھے ہوئے تھے اسی حالت میں حضرت عثمان نے دیکھا کہ وہ دو اونٹوں کو ہانکے ہوئے لے جا رہے ہیں۔ پوچھا کہ آپ اس وقت گھر سے کیوں نکلے؟ بولے صدقے کے دو اونٹ چھوٹ گئے تھے میں نے خیال کیا ان کو چراگاہ میں پہنچا آؤں۔"

حضرت علی المرتضیٰ بھی ہمیشہ اپنی رعایا کی خبر گیر میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھتے تھے۔ آپ بازاروں میں نرخ چیک کرتے، لوگوں کو ناپ تول درست کرنے اور دیانت داری کا معاملہ کرنے کی تلقین فرماتے اور یہاں تک ناجائز تجاوزات کے بارے میں بھی باقاعدہ جائزہ لیتے کہ کسی نے بازار پر ناجائز قبضہ تو نہیں کر رکھا۔

عبدالسلام ندوی حضرت علی کے حوالے سے ایک واقعہ لکھتے ہیں:

ایک دن بازار میں گئے، دیکھا کہ ایک لونڈی ایک خرمہ فروش کی دکان پر رو رہی ہے۔ بولے کیا حال؟ بولی اس نے ایک درہم پر میرے ہاتھ کھجور فروخت کی لیکن میرے آقا نے اس کو واپس کر دیا اب وہ دکان دار پھیرنے پر راضی نہیں ہوتا۔ انھوں (حضرت علی) نے سفارش کی کہ کھجور لے لو۔ اس (دکان دار) نے ان (حضرت علیؓ) کو دھکیل دیا۔ لوگوں نے کہا کچھ خبر ہے یہ امیر المومنین ہیں۔ اب اس نے اس کی کھجور واپس کر دی اور کہا کہ مجھ سے راضی ہو جائے۔ بولے اگر لوگوں کا حق پورا پورا دو گے تو مجھ سے زیادہ تم سے کون راضی ہوگا۔ صحرا عرب کے لوگ تجارت کرتے اور گلہ بانی کرتے تھے۔ ان کی فکری معراج محض پیسہ کمانے مال مویشی چرانے اور ضروریات زندگی کو پورا کرنے تک محدود تھی۔ عرب کے بدو تہذیب و تمدن سے ناواقف اور کوسوں دور تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری اور آپ سی تی ام کی تربیت نے ان کے احوال ہی بدل دیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی فکر و سوچ کو وسعت اور عظمت سے نوازہ۔ وہ لوگ جو جو محض اپنی ذات اور اپنے اونٹوں اور بھیڑ بکریوں سے آگے سوچ نہیں رکھتے تھے جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت میں آئے تو دنیا کی راہ نمائی کا فریضہ سر انجام دینے والے بن گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مدینہ کی ریاست قائم کر کے اعلیٰ تہذیبی اقدار کی بنیاد رکھی تو آپ صلی العلیم کی تربیت سے عرب کے بدو دنیا کو تہذیب و تمدن سکھانے والے بن گئے۔

ڈاکٹر امین اللہ وغیر لکھتے ہیں:

اسلام آیا تو مسلمانوں کا ایک ایک گھر تفسیر، حدیث اور دینی علوم کا مرکز بن گیا۔ [28]

---

[28] مسلمان علما کی بین الاقوامی کانفرنس، پاکستان قومی مجرد کمیٹی، اسلام آباد، ص 704
Muslim Scholars' International Conference, Pakistan National Abstract Committee, Islamabad, p. 704.

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW

خلفائے راشدین اور صحابہ کرام نے سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں علمی مراکز قائم کیے اور علم کی شمع کو مزید روشن کیا۔انھوں نے جہالت کے خاتمے کے لیے بھرپور اقدامات کیے۔لوگوں کی تعلیم کا بندوبست کیا۔ تعلیمی مراکز میں لوگ دور دور سے آتے اور تعلیم حاصل کر کے اپنے علاقے کے لوگوں کو تعلیم دیتے تھے۔جو جو علاقے مسلمان فتح کرتے چلے جاتے تھے وہاں تعلیم دینے کا بندوبست کیا جاتا تھا۔ حضرت عمر کے دور خلافت میں شام فتح ہوا تو آپ نے فوری طور پر اہل شام کی تعلیمی ضرورت پوری کرنے کے اقدامات کیے۔اس مقصد کے لیے آپ نے عبادہ بن صامت، حضرت معاذ بن جبل اور حضرت ابودردا کو مقرر فرمایا۔ مسلمان قرآن مجید کی تعلیم کے بعد جس علم سے محبت کرتے وہ حدیث پاک کا علم تھا۔ مسلمانوں کو حدیث پاک کے علم سے بے پناہ رغبت اور محبت تھی۔وہ ایک ایک حدیث کی تلاش میں ملکوں کا سفر کرتے تھے۔جب کوئی حدیث سنانے والا میسر ہوتا تو عوام کا انبوہ کثیر اس کے گرد جمع ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سنتے تھے۔

عبدالسلام ندوی لکھتے ہیں:

ایک صحابی حدیث بیان کرتے تھے تو ان کے گرد آدمیوں کا اس قدر ہجوم جمع ہو جاتا کہ ان کو کوٹھے پر چڑھ کر حدیث بیان کرنا پڑتی تھی۔[29]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو قرآن مجید کی تعلیم دی۔ صحابہ کرام نے قرآن مجید، تفسیر اور حدیث کے علم کو لوگوں تک پھیلایا۔ یہ وہ علوم ہیں جو دنیا کے تمام علوم کے منبعے اور مخزن ہیں۔انھی علوم سے دنیا کے دیگر علوم کے چراغ روشن ہوئے۔ قرآن وحدیث کے علوم سے ہی مذہب، سیاست، تمدن، تہذیب، ثقافتہ بات، طب اور سائنس و ٹیکنالوجی کے جدید علوم کی بازیافت ہوئی۔رفتہ رفتہ قرآن وحدیث کے علوم کے سرچشمے سے دیگر علوم کے چشمے پھوٹتے چلے گئے اور مسلمان عالم انسانیت کو سیراب کرتے چلے گئے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمی کاوشوں کا دنیا کے ہر غیر متعصب مورخ اور محقق نے اعتراف کیا ہے اور تمام علوم کا سہرا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر باندھا ہے۔یہ بھی درست ہے کہ مسلمانوں کو دنیا پر حکمرانی بھی انھی علمی اور فنی کاوشوں کے بدولت ملیں۔ثروت صولت لکھتے ہیں:

حضرت علی کے زمانے میں ایک مرتبہ لوگ ایک خارجی کو پکڑ کر لائے جو بر سر عام کہ رہا تھا کہ میں علی کو قتل کر دوں گا۔ مگر حضرت علی نے یہ کہ کر اس کو رہا کر دیا کہ جب تک وہ عملاً کوئی باغیانہ کارروائی نہیں کرتا محض زبانی مخالفت کوئی ایسا جرم نہیں کہ جس کی وجہ سے اس کی سزا دی جائے۔[30]

معاشرے کا امن قانون کی درست عمل داری سے منسلک ہے۔ قانون کی چھلنی میں سے کوئی چور ڈاکو بچ کر نہ جا سکے تو پھر کسی کو بھی غلط کام کرتے ہوئے سو دفعہ سوچنا پڑتا ہے۔جب مجرم قانون کی شکنجے سے بچ نہیں پاتا اور وہ پکڑا جاتا ہے تو معاشرے میں امن وامان کا دور دورہ ہوتا ہے۔لوگ چین اور سکھ کا سانس لیتے ہیں اور مجرموں پر ہمہ وقت قانون کی تلوار کا خوف مسلط رہتا ہے۔ قانونی عملداری کا یہ کرشمہ تھا کہ مسلمانوں کے دور حکومت میں چورا چکوں سے لوگ بالکل محفوظ تھے۔

جیسا کہ شروع میں بات ہو چکی ہے کہ عرب میں حکمران رعایا کے مال کو اپنی عیش وعشرت کے لیے استعمال کرتے تھے اور اپنی عیاشیوں میں مال لٹاتے ہوئے ذرا بھی نہیں گھراتے تھے۔اسلام نے رعایا کے مال پر ہاتھ صاف کرنے کے کلچر کو مکمل طور پر ختم کیا۔وہ بیت المال کو قوم کا مال سمجھتے تھے اور اس میں سے ذاتی فائدہ اٹھانا خیانت تصور کرتے تھے۔اس سلسلے میں خلفائے راشدین کے دور حکومت کی بے شمار مثالیں موجود ہیں کہ وہ بیت المال کے معاملے میں کتنی احتیاط برتتے تھے۔یہ روش خلفا کے بعد بھی خدا ترس مسلمان بادشاہوں نے اپنائے رکھی۔

ثروت صولت حضرت عمر بن عبدالعزیز کے بیت المال اور حکومتی مال کے بارے میں احتیاط کے حوالے سے ایک خوب صورت واقعہ نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت عمر بن عبدالعزیز چراغ کی روشنی میں سرکاری کام کر رہے تھے کہ ایک شخص ان سے ملنے آیا۔کام چونکہ ذاتی تھا اس لیے حضرت عمر نے چراغ بجھا دیا اور اندھیرے میں باتیں کرنے لگے۔اس شخص نے جب وجہ پوچھی تو آپ نے جواب دیا کہ یہ سرکاری چراغ ہے اور میں تم سے ذاتی باتیں کر رہا ہوں اس لیے میں نے چراغ بجھا دیا۔بیت المال کا روپیہ ہم ذاتی کام پر خرچ نہیں کر سکتے۔[31]

---

[29]عبدالسلام، ندوی، اسوۂ صحابہ، ناشر: دارالقدس پبلشرز، لاہور، 2017 ،ج2، ص246
Abdul Salam Nadwi, Uswah Sahabah, Vol. 2, Dar Al-Quds Publishers, Lahore, 2017, p. 246.

[3030]ثروت، صولت، ملت اسلامیہ کی مختصر تاریخ، ناشر: اسلامک پبلی کیشنز، لاہور، 2014، ج1، ص151
Sarwat Soulat, A Brief History of the Islamic Nation, Vol. 1, Islamic Publications, Lahore, 2014, p. 151

[31]ثروت، صولت، ملت اسلامیہ کی مختصر تاریخ، ناشر: اسلامک پبلی کیشنز، لاہور، 2014، ج1، ص156
Sarwat Soulat, A Brief History of the Islamic Nation, Vol. 1, Islamic Publications, Lahore, 2014, p. 156

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تصور کر یکسر مختتم کر دیا کہ عوام کے لیے ضروری ہے کہ وہ حاکم وقت کے نوکر اور غلام بن کر رہیں۔ می بینم نے یہ تصور دیا کہ حکمران عوام کا خادم ہے۔ اسے چاہیے کہ وہ عوام کی خدمت میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہ چھوڑیں۔ بلکہ مسلمان حکمرانوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس نصیحت اور تعلیم پر سختی سے عمل کیا۔ یہی وجہ تھی کہ خلفائے راشدین لوگوں کی خبر گیر کرنے میں ہمیشہ آگے رہتے تھے۔ وہ دوسرے انسانوں کو بھی انسان سمجھتے تھے۔ کوشش کرتے تھے کہ وہ اپنا کام خود کریں۔ یہاں ایک واقعہ بنو عباس کے نامور بادشاہ مامون کے بارے میں بیان کیا جارہا ہے جو اس بات کا ثبوت ہے کہ قوم کا سردار واقعی قوم کا خادم ہوتا ہے۔

نتائج

1. عرب معاشرے میں صداقت، دیانت، عدل، صبر اور احسان جیسی اعلیٰ اخلاقی اقدار کو فروغ ملا، جو پہلے کمزور یا ناپید تھیں۔
2. طبقاتی تفریق اور قبائلی تفاخر کا خاتمہ ہوا، اور سب انسانوں کو برابر حیثیت دی گئی، جس سے عدل وانصاف کی بنیاد پر ایک نئی تہذیب تشکیل پائی۔
3. عورتوں کو وراثت، نکاح، طلاق اور دیگر سماجی حقوق دیے گئے، جن سے ان کی حیثیت کو بلند کیا گیا۔
4. وحی کی ابتدا "اقْرَأْ" (پڑھ) سے ہوئی، جس نے علمی ترقی اور تحقیق و جستجو کا ایک نیا باب کھولا۔
5. سود کا خاتمہ، تجارت میں دیانت کی تلقین، زکوٰۃ کا نظام اور دولت کی منصفانہ تقسیم نے معاشی استحکام فراہم کیا۔
6. شوریٰ، عدل، قانون کی برتری اور عوامی فلاح و بہبود پر مبنی حکومتی اصول متعارف کروائے گئے، جو جدید اسلامی ریاستوں کی بنیاد بنے۔
7. دوسرے مذاہب اور اقوام کے ساتھ پر امن بقائے باہمی کا درس دیا گیا اور سفارتی تعلقات کو مضبوط بنایا گیا۔
8. جاہلیت کے غیر انسانی رسم و رواج جیسے بدکاری، شراب نوشی، اور قتل و غارت گری کا خاتمہ کیا گیا اور اعلیٰ اسلامی ثقافت کو فروغ دیا گیا۔
9. عدلیہ کے مضبوط اصول وضع کیے گئے، جس کے تحت امیر و غریب سب کے لیے یکساں قانون کا نفاذ ہوا۔
10. مہاجرین و انصار کے درمیان مواخات قائم کی گئی، جس نے سماجی ہم آہنگی اور اتحاد کی مثال قائم کی۔
11. شرک و بت پرستی کے خاتمے کے ساتھ توحید، نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ جیسے اسلامی عبادات کا عملی نمونہ پیش کیا گیا۔
12. دفاع اور سلامتی کے اصول واضح کیے گئے، جن میں ظلم کے خلاف مزاحمت اور عدل کے قیام پر زور دیا گیا۔
13. عربی زبان کی تطہیر اور علمی و ادبی ترقی کے لیے قرآنی تعلیمات نے ایک مستحکم بنیاد فراہم کی۔

سفارشات

1. سیرتِ نبوی ﷺ اور اس کے عرب تہذیب و ثقافت پر اثرات کو اسکول، کالج اور یونیورسٹی کے نصاب میں شامل کیا جائے تاکہ نئی نسل اس سے رہنمائی حاصل کر سکے۔
2. سیرتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں سماجی برائیوں کے خاتمے کے لیے تعلیمی اور تبلیغی مہمات چلائی جائیں، جس میں اخلاقیات، دیانت داری، اور عدل وانصاف پر زور دیا جائے۔
3. نبی کریم ﷺ کے اصولوں کے مطابق سماج میں عدل، مساوات، اور خواتین کے حقوق کو بہتر بنانے کے لیے عملی اقدامات کیے جائیں۔
4. سودی نظام کے خاتمے اور اسلامی معیشت کے اصولوں کو نافذ کرنے کے لیے پالیسی سازی کی جائے تاکہ دولت کی منصفانہ تقسیم ممکن ہو۔
5. نبی کریم ﷺ کی سیرت کو بنیاد بنا کر مختلف مذاہب کے درمیان امن و رواداری کے فروغ کے لیے مکالمے کا آغاز کیا جائے۔
6. عدل وانصاف کے وہ اصول جو سیرتِ طیبہ میں موجود ہیں، ان کو جدید قانونی نظام میں نافذ کرنے کی کوشش کی جائے تاکہ معاشرتی استحکام پیدا ہو۔
7. نبی کریم ﷺ کی تعلیمات کے مطابق خاندانی نظام کو مستحکم کرنے کے لیے آگاہی مہمات چلائی جائیں تاکہ طلاق، گھریلو تشدد، اور بے راہ روی جیسے مسائل کا سد باب ہو۔
8. سیرتِ نبوی ﷺ کے انقلابی اثرات کو عوام تک پہنچانے کے لیے جدید ٹیکنالوجی، سوشل میڈیا، ڈاکیومنٹریز اور دیگر ذرائع ابلاغ کا مؤثر استعمال کیا جائے۔
9. دنیا بھر میں سیرتِ نبوی ﷺ پر کانفرنسز، سیمینارز اور تحقیقی اجلاس منعقد کیے جائیں تاکہ عالمی سطح پر نبی کریم ﷺ کے اصلاحی پیغام کو عام کیا جا سکے۔
10. سیرتِ نبوی ﷺ اور اس کے سماجی و ثقافتی اثرات پر تحقیق کے لیے مستقل ادارے قائم کیے جائیں، جہاں ماہرین اس موضوع پر جدید تحقیق کر سکیں۔

11. نبی کریم ﷺ کے حکومتی و قیادتی اصولوں کو بنیاد بنا کر سیاسی و انتظامی رہنماؤں کی تربیت کی جائے تاکہ وہ عدل و انصاف پر مبنی نظام کو فروغ دے سکیں۔
12. اسلامی ثقافت اور ادب میں سیرتِ طیبہ کی روشنی میں اصلاحی پیغامات شامل کیے جائیں تاکہ لوگوں میں نبی کریم ﷺ کے اسوۂ حسنہ کو عملی طور پر اپنانے کا جذبہ پیدا ہو۔
13. سیرتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں اسلامی طرزِ زندگی کو عام کیا جائے، جس میں سادگی، قناعت، ایثار، اور تقویٰ جیسی صفات کو فروغ دیا جائے۔
14. جدید ذرائع اور دلچسپ طریقوں کے ذریعے نوجوانوں میں سیرتِ طیبہ کے مطالعے اور اس پر عمل کرنے کا جذبہ پیدا کیا جائے۔
15. یہ سفارشات اس بات کو یقینی بنائیں گی کہ سیرتِ نبوی ﷺ کے انقلابی اثرات کو عملی طور پر نافذ کیا جائے اور عرب و اسلامی تہذیب کو مزید ترقی دی جا سکے۔

خلاصہ

سیرتِ نبوی ﷺ کے عرب تہذیب و ثقافت پر انقلابی اثرات ایک ایسا موضوع ہے، جو نبی کریم ﷺ کی تعلیمات اور اصلاحات کے ذریعے جزیرۂ عرب میں رونما ہونے والی سماجی، معاشی، سیاسی اور ثقافتی تبدیلیوں کا جائزہ لیتا ہے۔ قبلِ اسلام، عرب معاشرہ جہالت، اخلاقی انحطاط، طبقاتی تفریق، اور قبائلی عصبیت میں جکڑا ہوا تھا۔ نبی اکرم ﷺ کی آمد نے اس بگڑے ہوئے سماج میں ایک انقلابی اصلاحی عمل کا آغاز کیا، جس کے نتیجے میں عرب تہذیب نہ صرف سدھر گئی بلکہ ایک ایسی اعلیٰ اور مثالی ثقافت میں تبدیل ہوگئی جو آج تک انسانی تاریخ میں ایک ماڈل سمجھی جاتی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے سب سے پہلے توحید، مساوات، عدل و انصاف، اور اخلاقی اقدار کو فروغ دیا، جس سے افراد اور معاشرے کی بنیادوں کو مضبوط کیا گیا۔ آپ ﷺ کی تعلیمات نے خواتین کے حقوق کو بحال کیا، غلاموں کے ساتھ حسنِ سلوک کی ترغیب دی، اور معاشی نظام میں زکوٰۃ، تجارت میں دیانت، اور سود کے خاتمے جیسے اصلاحات متعارف کروائیں۔ سیاسی سطح پر، آپ ﷺ نے ایک منظم اسلامی ریاست کی بنیاد رکھی، جس میں شوریٰ (مشاورت)، قانون کی برتری، اور بین الاقوامی سفارت کاری کے اصول متعین کیے گئے۔ سماجی سطح پر، قبائلی تعصبات کا خاتمہ کیا گیا، مساوات اور اخوت کو فروغ دیا گیا، اور تعلیم و تربیت کو لازم قرار دیا گیا۔ ثقافتی طور پر، عربی زبان و ادب کو ایک نئی توانائی ملی، قرآن کے نزول نے علم و حکمت کے دروازے کھولے، اور اسلامی تہذیب کو علمی و فکری ترقی کی راہ پر گامزن کیا۔ یہ تحقیق اس نتیجے پر پہنچتی ہے کہ نبی کریم ﷺ کی سیرت نے نہ صرف عرب تہذیب کو ایک جامع اور متوازن نظام فراہم کیا بلکہ اس کی اثرپذیری دنیا کے دیگر معاشروں میں بھی دیکھی جاسکتی ہے۔ اس انقلاب کے اثرات آج بھی مسلم دنیا کی سیاسی، سماجی، اور ثقافتی تشکیل میں بنیادی حیثیت رکھتے ہیں، اور سیرتِ نبوی ﷺ کا مطالعہ جدید دنیا کے مسائل کا حل فراہم کر سکتا ہے۔

مصادر و مراجع

1. قرآن کریم
2. بخاری، محمد بن اسماعیل۔ الجامع الصحیح (صحیح بخاری)۔ بیروت: دار طوق النجاۃ، 1987
3. مسلم، حجاج بن مسلم۔ الجامع الصحیح (صحیح مسلم)۔ بیروت: دار احیاء التراث العربی، 2006
4. ابوداؤد، سلیمان بن الاشعث۔ سنن ابی داؤد۔ بیروت: دار الکتب العلمیہ، 2008
5. ترمذی، محمد بن عیسیٰ۔ سنن الترمذی۔ ریاض: دار السلام، 2010
6. احمد بن حنبل، امام۔ المسند۔ بیروت: دار الفکر، 2001
7. ابن ہشام، عبد الملک۔ السیرۃ النبویۃ (سیرت ابن ہشام)۔ لاہور: قدیمی کتب خانہ، 2003
8. ابن سعد، محمد بن سعد۔ الطبقات الکبریٰ۔ بیروت: دار صادر، 1998
9. مبارکپوری، صفی الرحمن۔ الرحیق المختوم۔ ریاض: دار السلام، 2011
10. طاہر القادری، محمد۔ مقدمہ سیرت النبی ﷺ۔ لاہور: منہاج القرآن پبلیکیشنز، 2005
11. منصور پوری، قاضی سلیمان۔ رحمت للعالمین۔ لاہور: دار السلام، 2010
12. ابن خلدون، عبد الرحمن۔ المقدمہ۔ بیروت: دار الفکر، 2000
13. ابن قیم الجوزیہ۔ زاد المعاد فی ہدی خیر العباد۔ بیروت: دار ابن الجوزی، 2006

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR

14. ابن کثیر، عمادالدین۔ البدایہ والنہایہ۔ لاہور: الفیصل ناشران، 2015
15. ندوی، عبدالسلام۔ اسوۂ صحابہ۔ لاہور: دارالقدس پبلشرز، 2017
16. ندوی، عبدالسلام۔ سیرت النبی۔ لاہور: مکتبہ رحمانیہ، 2018
17. ابوزہرا، محمد۔ تاریخ اسلام۔ قاہرہ: دارالمعارف، 1999
18. حمیداللہ، محمد۔ خطباتِ بہاولپور۔ اسلام آباد: اسلامک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ، 1983
19. صولت، ثروت۔ ملت اسلامیہ کی مختصر تاریخ۔ لاہور: اسلامک پبلی کیشنز، 2010
20. انصاری، محمد رضا۔ اسلامی ریاست اور غیر مسلموں کے حقوق۔ لاہور: دارالسلام، 2012
21. نعمانی، شبلی۔ سیرت النبی۔ اعظم گڑھ: دارالمصنفین، 1997
22. الصلابی، علی محمد۔ السیرۃ النبویۃ۔ بیروت: مکتبہ الفرقان، 2010
23. ندوی، سید سلیمان۔ عرب و ہند کے تعلقات۔ اعظم گڑھ: دارالمصنفین، 1984
24. آزاد، ابوالکلام۔ غبارِ خاطر۔ دہلی: ندوۃ المصنفین، 1982
25. حمیداللہ، محمد۔ عہد نبوی کی ریاست۔ اسلام آباد: اسلامک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ، 1985

Bibliography

1. The Holy Quran.
2. Bukhari, Muhammad ibn Ismail. *Al-Jami' al-Sahih (Sahih Bukhari).* Beirut: Dar Tuq al-Najat, 1987.
3. Muslim, Hajjaj ibn Muslim. *Al-Jami' al-Sahih (Sahih Muslim).* Beirut: Dar Ihya al-Turath al-Arabi, 2006.
4. Abu Dawood, Sulaiman ibn al-Ash'ath. *Sunan Abi Dawood.* Beirut: Dar al-Kutub al-Ilmiyyah, 2008.
5. Tirmidhi, Muhammad ibn Isa. *Sunan al-Tirmidhi.* Riyadh: Dar al-Salam, 2010.
6. Ahmad ibn Hanbal, Imam. *Al-Musnad*. Beirut: Dar al-Fikr, 2001.
7. Ibn Hisham, Abdul Malik. *Al-Sirah al-Nabawiyyah (The Biography of the Prophet by Ibn Hisham).* Lahore: Qadimi Kutub Khana, 2003.
8. Ibn Sa'd, Muhammad ibn Sa'd. *Al-Tabaqat al-Kubra.* Beirut: Dar Sader, 1998.
9. Mubarakpuri, Safi-ur-Rahman. *Al-Raheeq al-Makhtum (The Sealed Nectar).* Riyadh: Dar al-Salam, 2011.
10. Qadri, Muhammad Tahir. *Muqaddimah Seerat al-Nabi (Introduction to the Prophet's Biography).* Lahore: Minhaj-ul-Quran Publications, 2005.
11. Mansoorpuri, Qazi Suleman. *Rahmat-ul-lil-Alameen (Mercy to the Worlds).* Lahore: Dar al-Salam, 2010.
12. Ibn Khaldun, Abdur Rahman. *Al-Muqaddimah (The Introduction).* Beirut: Dar al-Fikr, 2000.
13. Ibn Qayyim al-Jawziyyah. *Zad al-Ma'ad fi Hady Khayr al-Ibad (Provisions for the Hereafter in the Guidance of the Best Servant).* Beirut: Dar Ibn al-Jawzi, 2006.

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR

14. Ibn Kathir, Imad al-Din. *Al-Bidaya wa'l-Nihaya (The Beginning and the End).* Lahore: Al-Faisal Publishers, 2015.
15. Nadwi, Abdur Salam. *Uswa-e-Sahaba (The Exemplary Lives of the Companions).* Lahore: Dar al-Quds Publishers, 2017.
16. Nadwi, Abdur Salam. *Seerat al-Nabi (The Biography of the Prophet).* Lahore: Maktaba Rehmania, 2018.
17. Abu Zahra, Muhammad. *Tarikh al-Islam (History of Islam).* Cairo: Dar al-Ma'arif, 1999.
18. Hamidullah, Muhammad. *Khutbat-e-Bahawalpur (The Bahawalpur Lectures).* Islamabad: Islamic Research Institute, 1983.
19. Soulat, Sarwat. *Mukhtasar Tareekh-e-Millat-e-Islamia (A Brief History of the Islamic Nation).* Lahore: Islamic Publications, 2014.
20. Ansari, Muhammad Raza. *Islami Riyasat aur Ghair Muslimon ke Huqooq (The Islamic State and the Rights of Non-Muslims).* Lahore: Dar al-Salam, 2012.
21. Naumani, Shibli. *Seerat al-Nabi (The Biography of the Prophet).* Azamgarh: Dar al-Musanifeen, 1914.
22. Al-Salabi, Ali Muhammad. *Al-Seerah al-Nabawiyyah (The Prophet's Biography).* Beirut: Maktaba al-Furqan, 2010.
23. Nadwi, Syed Suleman. *Arab wa Hind ke Talaqat (Arab-Indian Relations).* Azamgarh: Dar al-Musanifeen, 1944.
24. Azad, Abul Kalam. *Ghubar-e-Khatir (The Dust of Memories).* Delhi: Nadwatul Musannifeen, 1952.
25. Hamidullah, Muhammad. *Ahd-e-Nabawi ki Riyasat (The State of the Prophet's Era).* Islamabad: Islamic Research Institute, 1985.